اصول حدیث کے موضوع پر عام فہم، مدلل اور دلچسپ کتاب

الفہم الحثیث
فی
اصطلاحات الحدیث

اصول
حدیث

تالیف

مولانا مفتی محمد ایاز

الفهم الحثیث

فی

اصطلاحات الحدیث

مولانا مفتی محمد ایاز

العلم پبلشنگ سروسز

عبدالغنی پلازہ محلہ جنگی قصہ خوانی پشاور شہر

فہرست مضامین

انتساب	05	اقسام حدیث	45
پیش لفظ	06	حدیثِ قدسی	45
عرضِ مؤلف	09	قرآن اور حدیثِ قدسی میں فرق	46
حجیتِ حدیث	13	حدیثِ نبویؐ	46
تدوینِ حدیث	27	خبرِ متواتر	47
مقدمہ	36	اقسامِ متواتر	47
علم مصطلح کی تعریف	36	خبرِ واحد	49
علمِ مصطلح کا موضوع	36	تقسیماتِ خبرِ واحد	49
علمِ مصطلح کا ثمرہ	36	حدیثِ مرفوع	50
بعض ضروری تعریفات	36	حدیثِ موقوف	50
راوی، مروی، سند	36	حدیثِ مقطوع	50
مُسنِد، مُسنَد، محدث	36	حدیث مشہور	51
حافظ، صحابی، طبقاتِ صحابہ	37	حدیثِ عزیز	52
محضرمین،	39	حدیث غریب	52
تابعین، طبقاتِ تابعین	40	غریب مطلق	52
اتباعِ تابعین، صحیحین، متفق علیہ	40	غریب نسبی	53
باب اول	41	متابع، شاھد	54
تعریفِ حدیث	41	متابعت	54
علومِ حدیث	42	متابعت تامہ و قاصرہ	55

حدیثِ مقبول، صحیح لذاتہ	56
شرائط صحیح لذاتہ	56
حسن لذاتہ	57
صحیح لغیرہ	57
حسن لغیرہ	58
معروف	59
محفوظ	59
حدیثِ مردود	60
طعن فی الراوی	60
طعن فی العدالۃ	60
حدیثِ موضوع، متروک	61
منکر	61
حدیثِ مختلط	62
معلل	63
مخالفۃ الثقات	64
مدرج	64
مقلوب	66
مضطرب	67
مصحف	68
المزید فی متفصل الاسانید	69
منکر، شاذ	70
سقط ظاہر	71
منقطع، معلق	72
معضل	73
معضل و معلق میں فرق	74
مرسل	74
سقط خفی	75
مدلس	75
مرسل الخفی	77
متصل و مسنَد	78
معنعن، مونن	79
موسلسل	80
حدیث محکم، حدیث مختلف	81
وجوہ جمع	82
ناسخ منسوخ	83
ترجیح و توقف	85
وجوہ ترجیح	85
باب دوم	86

بیان صیغ اداء	86	اسبابِ حدیث	131
تحصیل حدیث کی صورتیں	88	بابِ سوم	133
اقسام کتب حدیث	90	جرح وتعدیل کی اہمیت	133
طبقات المحدثین	100	جرح وتعدیل کی تعریف	136
طبقات الرواۃ	101	الفاظِ تعدیل	136
بیان صحاح ستہ	103	الفاظِ جرح	138
جامع صحیح بخاری	104	آئمہ جرح وتعدیل کے طبقات	140
صحیح مسلم	107	تقسیم جرح وتعدیل	142
جامع ترمذی	110	شروط قبولیت جرح وتعدیل	142
سنن ابوداؤد	112	جرح وتعدیل میں تعارض	143
سنن نسائی	114	حدیث کے پرکھنے کے اصول	143
سننِ ابن ماجہ	116	وضعِ حدیث کی علامات	145
موطاامام مالک	118	اسناد پر نقد کے اصول	147
موٴطاء امام محمد	120	مشہور کتب جرح وتعدیل	151
طحاوی	122	تتمہ	155
اغراض مصنفی الصحاح الستہ	124	آداب محدث	155
مرتبہ کتب صحاح ستہ باعتبار صحت	125	آداب طالب الحدیث	156
مرتبہ کتبِ صحاح ستہ باعتبار تعلم	127	رباعیات امام بخاری	157
شروط صحاح ستہ	128	ضمیمہ (سوال وجواب)	163

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

(ابو سلمان ڈاکٹر مولانا سراج الاسلام حنیف صاحب)

الحمد للّٰہ ربّ العلمین والصّلوٰۃ والسلام
علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

مولانا محمد ایاز صاحب میرے استاذ بھائی ہیں۔ ہم دونوں شیخ التفسیر والحدیث، محقق بے بدل، فضیلۃ الشیخ سید محمد حسین شاہ صاحب نیلوی رحمہ اللہ سے کسب فیض حاصل کر چکے ہیں۔ شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ کی تعلیمات ہی کا نتیجہ ہے کہ مولانا محمد ایاز صاحب ہمہ وقت خدمتِ دین کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔آپ سادہ اور مؤمنانہ طبیعت کے مالک ہیں۔اپنا پیش نظر رسالہ انہوں نے نظرثانی کے لئے میرے پاس بھیج دیا اور میں نے اس میں جب درج ذیل اصلاحات کا عندیہ اُن کے سامنے پیش کیا تو بلاپس وپیش میری تائید فرمائی اور ہنسی خوشی میری معروضات قبول کیں۔ اللھم زدفینا امثالھم۔

"حافظ" کے بارے میں 4 مشہور ہے کہ:

هُوَ مُتَرَادِفٌ لِّلْمُحَدِّثِ عِنْدَ السَّلَفِ (قواعد التحدیث، للقاسمی:۷۷)

جب کہ متاخرین کے نزدیک حافظ وہ ہے جسے ایک لاکھ احادیث "مَتْنًا وَ اِسْنَادًا" زبانی یاد ہوں۔ (اصول الحدیث، از ڈاکٹر عجاج:۴۴۸)

حالانکہ یہ تعریف غلط ہے،اس لئے کہ محدثین کے نزدیک حفظ کے معنی معرفت کے ہیں،زبانی یاد کرنے کے نہیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اَلْحَافِظُ لَقَبُ مَنْ مَهَرَ فِيْ مَعْرِفَةِ الْحَدِيْثِ۔

(نُزہۃ الالباب فی الالقاب:۱/ ۱۸۸)

"حدیث کی معرفت رکھنے والا ماہر عالم حافظ کہلاتا ہے۔"

یہی بات حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے تلمیذ رشید حافظ سخاوی نے کچھ اِن الفاظ میں نقل کی ہے:

ونحوه قول صاحب الترجمة : هو لقبُ مَنْ مَهَرَ في الحديث

(الجواہر والدرر: ۱/ ۸۷)

"صاحب ترجمہ (حافظ ابن حجر رحمہ اللہ) کے نزدیک یہ اُس شخص کا لقب ہے جس نے حدیث میں مہارت حاصل کرلی ہو۔"

"حاکم" کی تعریف ان الفاظ میں کی جاتی ہے:

"حاکم وہ ہے جو تمام احادیث کا متناً واسناداً اور جرحاً وتعدیلاً وتاریخاً علم رکھتا ہو"۔

(اصول الحدیث از عجاج الخطیب: ۴۴۸)

حالانکہ یہ تعریف الفاظِ روایت ودرایت میں سے نہیں ہے، بلکہ یہ "حکم" (فیصلہ اور قضاء) سے فاعل ہے اور اس کا تعلق حکام، قاضیوں اور ججوں سے ہے:

"اَلْحَاكِمُ ، فَاعِلٌ مِنَ الْحُكْمِ ، بِمَعْنَى الْقَضَاءِ وَهُوَ مِنْ لَقَبِ الْقُضَاةِ۔"

(صبح الاعشی از قلقشندی: ۶/ ۱۱۸، الالقاب الاسلامیہ از ڈاکٹر حسن باشا: ۲۵۴)

مولانا محمد تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں: "محدث، حافظ، حجۃ اور حاکم مخصوص اصطلاحات ہیں جن کا اطلاق احادیث کی کچھ معین تعداد یاد ہونے پر ہوتا ہے، لیکن محققین کے نزدیک یہ بات درست نہیں ہے، واقعہ یہ ہے کہ یہ تعظیمی الفاظ ہیں، جو مختلف محدثین کو دیئے جاتے ہیں، خاص طور سے یہ کہنا کہ "حاکم" اُس شخص کو کہا جاتا ہے جسے پورا ذخیرہ حدیث یاد ہو، بالکل بے اصل بات ہے، کیوں کہ آج تک کوئی ایسا محدث نہیں ہوا، زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ تعظیمی القاب مختلف درجات کے لئے ہیں۔ ادنی درجہ محدث ہے، پھر حافظ اور پھر حجت، جس کے لئے کوئی خاص تعداد مقرر نہیں۔ واللہ سبحانہ اعلم (درسِ ترمذی: ۱/ ۱۵۰)

"حجۃ" کی تعریف ان الفاظ میں لکھی ہے: حجت کے معنی دلیل کے ہیں ایسا حافظ جو حفظ واتقان میں بہت زیادہ ہو اور اسے تین لاکھ مسند احادیث زبانی یاد ہوں۔

(اصول حدیث: ۴۴۸ از عجاج الخطیب)

یہ اصطلاح بھی متاخرین ہی کی ہے اور حسب سابق غلط اور خطا ہے، اس کا استعمال ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ، عبدالحئی لکھنوی رحمہ اللہ اور محمد اعلی تھانوی رحمہ اللہ نے بھی کیا ہے۔

(جمع الوسائل: ۱/ ۷، ظفر الامانی: ۳۶، کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم: ۱/ ۳۷، ۶۲۲)

یہ طریقہ بھی نادرست ہے، اس لئے کہ "حجۃ" الفاظ روایت میں سے نہیں بلکہ الفاظ درایت میں سے ہے، چنانچہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

الحجة : فوق الثقة (تذکرۃ الحفاظ: ۳/ ۹۷۹)

"حجۃ کا درجہ 'ثقہ' سے اوپر ہوتا ہے"۔

اس لقب سے ملقب اسلاف میں کئی محدثین تھے، مگر ان کی مرویات اتنی نہیں جو متاخرین بتاتے ہیں۔اس کی تفصیل میری کتاب "معرفت علوم حدیث" میں دیکھی جا سکتی ہے۔

بہر حال مصطلح الحدیث کا یہ مختصر رسالہ مبتدیوں کے لئے نہایت بیش قیمت ہے جو آسان اور سادہ الفاظ میں لکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے طلباء کے لئے مفید اور مؤلف کے لئے اجر آخرت کا ذریعہ بنائے۔ اللھم آمین۔ وانا العبد الضعیف النحیف

الدکتور ابو سلمان سراج الاسلام حنیف

(مولوی فاضل، فاضل درس نظامی، پی ایچ ڈی (علومِ اسلامیہ)

۲ مارچ، ۲۰۰۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ مؤلف

اللہ تعالیٰ نے انسان کی رشد و ہدایت کے لیے نبوت و رسالت کا مقدس سلسلہ جاری فرمایا۔ یہ مقدس سلسلۃ الذھب سیدنا آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر بالآخر سیدنا محمد المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر آکر ختم ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کافی وشافی اور آخری مگر مکمل تعلیم و ہدایت بھی بھیج دی۔ اس تعلیم و ہدایتِ خداوندی کے پھر دو حصے ہیں۔ ایک کتاب اللہ اور دوسرا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین وارشادات، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی کتاب کے ایک معلم، شارح اور اس کے نمائندے ہونے کی حیثیت سے امت کو دیتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں قرآنِ پاک اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو محفوظ اور روشن رکھنے کے ایسی ظاہری و باطنی انتظامات فرمائے کہ انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

قرآنِ پاک کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمے لے لی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کی حفاظت کا بندوبست کچھ اس طرح کیا کہ قرنِ اول میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو محفوظ کر کے بعد والوں کو پہنچایا اور بعد کے محدثین کرامؒ نے پورے سلسلۂ روایت کے ساتھ انہیں کتابوں میں محفوظ کر لیا۔ اس سلسلے میں انہوں نے اپنی طرف سے ہر طرح کی احتیاط سے پورا کام لیا جو کہ ایک انتہائی نازک کام تھا۔ چونکہ پیغمبر اس دنیا میں باطل عقائد اور قوتوں کے خاتمے کا عظیم مشن لے کر آتا ہے اس لیے ان باطل اور منفی قوتوں کا اس کے خلاف پوری طاقت سے نبرد آزما ہونا ایک لازمی امر ہے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملے میں بھی اسی طرح ہوا اور آخر کیوں نہ ہوتا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی جو ہدایت لائے تھے وہ اتنی ٹھوس اور مضبوط بنیادوں پر تھا کہ باطل اس کے مقابلے میں ٹک ہی نہ سکتا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابُ اللهِ وَسُنَّةُ رَسُولِهِ

(مشکوۃ: باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

''میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں تم جب تک ان کو مضبوطی سے پکڑے رکھو گے ہر گز گمراہ نہیں ہو گے ایک اللہ کی کتاب اور دوسری اس کے رسول ﷺ کی سنت''۔

سو گمراہی سے بچنے کے اس دوسرے مگر انتہائی اہم ترین سببِ بھلائی سے جن وانس کو دور رکھنے کے لیے اس پیغمبری مشن اور اس کے ارشاداتِ مبارکہ کے خلاف وقتاً فوقتاً دوسرے فتنوں سمیت دو نمایاں مگر انتہائی زہریلی سوچ کے افراد باطل کے نمائندوں کی حیثیت سے ابھرے۔ ایک وہ جنھوں نے سرے سے نبی ﷺ کے فرامین یعنی احادیثِ مبارکہ کے حجت ہونے ہی سے انکار کر دیا اور کہنے لگے کہ جب قرآن کافی ہے تو نبی ﷺ کے ارشادات کی کیا ضرورت! حالانکہ ان عقل وشعور کے اندھوں کو کفر کا یہ طرز اختیار کرنے سے پہلے اللہ کی کتاب میں موجود نبی ﷺ کی تابعداری کی تلقین کی آیات پر غور کرنا چاہیے تھا۔ بہر حال دوسرا گروہ ایسے افراد پر مشتمل تھا جنھوں نے غلو کا راستہ اختیار کرتے ہوئے نبی ﷺ کو منسوب ہر بات کو حدیث کہنا اور قرار دینا شروع کر دیا۔

سو علمائے دین و محدثین کرامؒ ہر دور میں نبی ﷺ کے علمی وارثین کی حیثیت سے باطل کی ان دو مختلف مگر انتہائی بھیانک شکلوں کے خلاف پوری قوت سے اُٹھ کھڑے ہوئے، اللہ کی ہزار رحمتیں ہوں ان علمائے امت پر۔ اول الذکر قسم کے لوگوں کے مقابل علمائے دین نے حدیث کا مقام اور اس کی حجیت قرآنی اور منطقی دلائل سے بھرپور انداز میں ثابت کیا جبکہ دوسری جانب دین میں مؤخر الذکر گروہ کے زہریلے اثرات بھی چونکہ کسی طور کم نہ تھے سو اس ناسور سے نمٹنے کے لیے احادیث پر علمائے حدیث نے اس انداز میں حفاظتی پہرا کھڑا کر دیا کہ احادیث کے معنی و شرح پر کام کرنے کے ساتھ ساتھ سلسلۂ روایت کی چھان بین، کھرا کھوٹا معلوم کرنا اور نبی ﷺ کو منسوب سچ و جھوٹ کے مابین امتیاز کی تحقیق، اس کے لیے اصطلاحاتِ حدیث اور جرح و تعدیل کے فنون پر انتہائی قابلِ تحسین کام کیا اور اس موضوع پر سینکڑوں کتابیں لکھ ڈالیں۔

میں نے بھی باوجود اپنے کم علمی کے اس عظیم خدمت میں اپنا حصہ ڈالنے کی ضرورت ایک تو اس لیے محسوس کی کہ نبی ﷺ کی احادیث مبارکہ کا اپنے انداز میں خدمت کی ایک اپنی سی کوشش کی جائے جو اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آخرت میں نبی کریم ﷺ کی شفاعت کا ذریعہ بن جائے

گا انشاء اللہ۔ میری اس تصنیف کا دوسرا مقصد یہ تھا کہ اس اہم ترین علم اور فن کو اردو میں نہایت آسان اور سہل طریقے سے افادہ عام کے لیے پیش کیا جاسکے کیونکہ ویسے تو احادیث کے سلسلہ میں بے شمار اور بہترین کتابیں لکھی گئی ہیں مگر بعض اوقات اپنے اندر تھوڑی پیچیدگی سی سمیٹے ہوئے ہوتی ہیں۔

سو اس سے نہ صرف علماء اور طلباءِ حدیث بلکہ عام عوام، جن میں سکول و کالج کے طلباء بھی شامل ہیں جن کا واسطہ عموماً دین کی اس اہم ترین بنیاد کے متعلق معلومات سے نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے، وہ بھی اس سے مستفید ہو سکیں گے۔ انشاء اللہ۔

ابتداءً یہ رسالہ میں نے بہت مختصر انداز میں صرف اقسامِ حدیث اور تعریفات پر مشتمل اپنے برادر نسبتی مولانا حشمت علی صافی سلمہ اللہ کو ابتدائی کتبِ درس نظامی پڑھانے کے دوران لکھ کر پڑھایا تھا جسے اُنہوں نے ازبر کر لیا پھر دیگر طلباء کو پڑھاتے وقت اس میں تعریفات کے ساتھ وضاحت کے طور پر امثال واحکامِ حدیث اور دیگر عناوین اور مضامین کو شامل کر کے اضافہ کیا جو اَب چند صفحات کی بجائے تقریباً ۲۰۰ صفحات کی ضخامت پر مشتمل ایک کتاب کی شکل میں آپ کے سامنے موجود ہے۔

اس کتاب کی تیاری میں میں نے جن کتابوں سے استفادہ حاصل کیا اُن کا تذکرہ میں نے علوم و مصطلحاتِ حدیث کے کتب کے ذیل میں کر دیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنے مشائخ کے مسودات اور دورانِ درسِ حدیث استفادہ سے مرتب کیا۔

مشائخ حدیث

شیخ الحدیث ڈاکٹر مولانا صاحبزادہ محمد صدیق ازہری حقانی رحمہ اللہ

(سابق شیخ الحدیث جامعہ دار القراء نمک منڈی پشاور)

شیخ الحدیث مولانا سراج الدین صاحب

(نائب شیخ الحدیث دار القراء نمک منڈی پشاور)

شیخ الحدیث والتفسیر علامہ مفتی سید محمد حسین شاہ نیلوی رحمہ اللہ

(سابق مدرس مدرسہ امینیہ دہلی، سابق شیخ الحدیث والتفسیر اور مفتی جامعہ ضیاء العلوم سرگودھا)

سلطان المحدثین شیخ الحدیث مولانا محمد یار باچا صاحب رحمہ اللہ

(شیخ الحدیث دار القرآن پنج پیر صوابی)

شیخ الحدیث مولانا حسن جان مدنی صاحب رحمہ اللہ

(شیخ الحدیث امداد العلوم مسجد درویش پشاور صدر)

اس کتاب میں اگر کوئی خوبی آپ کو محسوس ہوئی تو یہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ساتھ انہی مشائخ کا کمالِ علم ہوگا اور اگر کوئی غلطی اور کمی رہ گئی ہو تو اسے میری کم علمی سمجھ کر مجھے اس کی اصلاح اور خیر خواہی کی نیت سے ضرور مطلع کریں۔

میں اپنے استاد بھائی و پیر بھائی ڈاکٹر علامہ سراج الاسلام حنیف صاحب کا بھی بے حد ممنون ہوں جنہوں نے میری درخواست پر اس مسودہ پر نظر ثانی کر کے پیش لفظ اور آخر میں مصطلح الحدیث کو مختصر طور پر سوالاً جواباً تحریر کر کے میرے رسالے کو رونق بخشی۔ اللہ تعالیٰ یہ کام ہم سب کے لیے دنیا و آخرت میں کامیابی و کامرانی کا ذریعہ اور آخرت میں شفاعت نبوی ﷺ کا وسیلہ بنائے۔ آمین

ابو معاویہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ وَعَلٰی اٰلِہِ الْاَتْقِیَاءِ۔

حجیتِ حدیث

نبی کریم ﷺ کی احادیث دین اسلام کی اساس اور اصول میں سے انتہائی ناگزیر اہمیت کا حامل دوسرا بڑا اصل اور بنیاد ہے۔ حدیث پاک کی عظمت اور شریعت میں اس کا مقام اس بات سے قطعی طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ احادیث اصلاً نبی کریم ﷺ کے اقوال اور افعال کا مجموعہ ہے اور اس کی عظمت و مقام اس حقیقت سے اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ یہ دراصل قرآن کی شرح و تفسیر ہے۔ اس لیے اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی سنت سے صحیح واقفیت، مکمل اسلامی زندگی کو اپنانے اور دنیا وآخرت میں نجات و کامیابی کے لیے، قرآن وحدیث کا علم، دونوں سے تعلق اور دونوں کو سامنے رکھنا اشد ضروری ہیں۔ ارشاد نبی ﷺ ہے:

تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا کِتَابُ اللّٰہِ وَسُنَّۃُ رَسُوْلِہٖ

(مشکوۃ: باب الاعتصام باالکتاب والسنۃ)

''میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں تم جب تک ان کو مضبوطی سے پکڑے رکھو گے ہر گز گمراہ نہیں ہوگے ایک اللہ کی کتاب اور دوسری اس کے رسول ﷺ کی سنت۔''

چنانچہ اہل حق نے احادیث کے ساتھ ہمیشہ اسی انداز کا معاملہ کیا ہے اور قرآن و حدیث دونوں سے گہری وابستگی و تعلق کو ہمیشہ قائم رکھا ہے۔ لیکن ان دونوں میں سے کسی ایک پر تکیہ کر لینا اور دوسرے کو چھوڑ دینا نہ صرف یہ کہ جائز نہیں بلکہ ہدایت کی بجائے گمراہی کا سبب بنتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''ایک ایسا وقت آئے گا کہ ایک آسودہ حال شخص اپنے تخت و مسند پر بیٹھا ہوا یہ کہتا ہوگا کہ بس قرآن ہی کو پکڑو اسی کا حلال، حلال اور حرام، حرام ہے۔ حالانکہ اللہ کے رسول ﷺ نے جو کچھ حرام قرار دیا ہے وہ بھی اللہ کے حرام کیے ہوئے کی مانند ہے۔'' (مشکوۃ)

لیکن ہر دور میں کچھ ایسے شعور سے عاری اور عقلِ سلیم سے محروم افراد بھی رہے ہیں جنہوں نے دین کی اصل روح کو سمجھا ہی نہیں اس لیے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے حقیقی منصب ومقام اور آپ ﷺ کی عظمت و مرتبت سے قطعاً واقف نہیں۔اسی طرح حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خصوصیات اور انہیں معیارِ ایمان سمجھنے کے بھی قائل نہیں۔انہوں نے حدیث پاک کو اس کے حق اور شان کے مطابق کبھی درجہ دیا ہی نہیں بلکہ مختلف قسم کھوکھلی بنیادوں کو اپنا کر اسے شک وشبہ اور عدم اعتماد کی نگاہوں سے دیکھا اور اس کو شرعی حجت ودلیل اور سند تسلیم نہیں کیا۔ خوارج نے تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات کو ہی غیر معتبر قرار دیا۔ شیعوں میں زیدیہ فرقہ کے علاوہ باقی تمام فرقوں نے ''محبانِ علی، صحابہ رضی اللہ عنہم ''جن کی تعداد بمشکل پندرہ تک ہے، کے علاوہ باقی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی احادیث کو رد کر دیا۔ چونکہ قرآن پاک کے معانی ومطالب کو احادیث نبویہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ارشادات سے مدد لیے بغیر صحیح طور پر قطعاً نہیں سمجھا جاسکتا اور ان کی اس پست ذہنیت کی بناپر احادیث وآثار صحابہ رضی اللہ عنہم کا وافر ذخیرہ چونکہ ان کے پاس سرے سے موجود ہی نہ تھا اس لیے انہوں نے اپنی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے دوسرا اس سے بڑا جرم یہ کیا کہ اپنی طرف سے خوب احادیث گڑھیں اور انہیں خوب پھیلا کر اپنا کام چلایا۔ خوارج نے اگرچہ یہ کام نہیں کیا لیکن حدیث سے تہی دامن ہونے کی وجہ سے بڑی بڑی گمراہوں میں پڑ گئے۔ قرون اولیٰ کے تیسرے اہم گمراہ فرقہ معتزلہ نے بھی حدیث کو اس کا حقیقی مقام ومرتبہ دینا پسند نہیں کیا۔

یہی وجہ ہے کہ معجزات اور احوال آخرت میں سے بہت سے اہم امور مثلاً پلِ صراط، وزنِ اعمال، حوض کوثر اور نبی کریم ﷺ کی قیامت میں شفاعت وغیرہ کا انکار کر بیٹھے۔ برصغیر میں انکار حدیث کے اس شجرِ خبیثہ کی شاخ عبداللہ چکڑالوی اور پھر غلام احمد پرویز کی شکل میں نکل آئی اور پہلے قرون کے منکرین حدیث کی ترجمانی کرتے ہوئے اس میدان میں اُن سے کچھ اور بھی

آگے بڑھ گئے۔ دراصل یہ گمراہی نبوت کا مقام نہ سمجھنے سے پیدا ہوتی ہے۔ ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو بس ایک چھٹی رساں کی طرح سمجھ لیا ہے جس کا کام بس صرف خط پہنچا دینا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ دین میں رسول اللہ ﷺ کا کام بس صرف اتنا ہی تھا کہ قرآن اُن پر نازل ہوا اور انہوں نے اس کو ہم سب تک پہنچا دیا۔ حالانکہ نبی تو دین کے اصول واحکام بھی بیان کرنے میں اللہ تعالیٰ کا مامور ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا جس طرح ایک کام یہ تھا کہ قرآن پاک کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بندوں تک بعینہٖ پہنچایا۔ اسی طرح ایک کام یہ بھی تھا کہ قرآن پاک میں جس ایمانی زندگی کے صرف اصول بیان کئے گئے ہیں ان کی تفصیلات اور ان کی عملی صورتیں بھی آپ ﷺ لوگوں کو بتائیں۔ مثلاً قرآن پاک میں نماز کا حکم تو سینکڑوں جگہ دیا گیا لیکن اس کے پڑھنے کا طریقہ، تعداد رکعات، اوقات اور دیگر احکام ومسائل کسی ایک جگہ بھی تفصیل کے ساتھ بیان نہیں کئے گئے ہیں۔ اسی طرح کھانے پینے میں کیا چیزیں حلال ہیں اور کیا حرام۔ اس کا بھی قرآن پاک میں بہت مجمل اور مختصر بیان فرمایا گیا کہ۔

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ۔ (اعراف:۱۵۷)

"(رسول ﷺ) ان لوگوں کے لیے پاکیزہ چیزوں کا حلال ہونا اور گندی چیزوں کا حرام ہونا بیان کرتے ہیں۔"

مثلاً کتا کھانا جائز ہے یا ناجائز، زمینی کیڑے مکوڑوں کا کھانا حلال ہے یا حرام، قرآن پاک میں اس بارے میں کوئی صاف اور واضح حکم موجود نہیں۔

بہر حال اس قسم کی بہت ساری چیزوں کی تفصیل بیان کرنے میں رسول اللہ ﷺ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہیں اور آپ ﷺ نے اس قسم کے جو تفصیلی احکام امت کو دیئے وہ سب اللہ تعالیٰ کی وحی سے اور اس کے بخشے ہوئے علم سے دیئے اور آپ کے انہی احکام سے تمام اسلامی زندگی کا نقشہ تیار ہوتا ہے۔

قرآن پاک نے رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داریوں اور کام کو کچھ اس انداز میں بیان کیا ہے:

رَبَّنَاوَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيۡهِمۡ ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ''(البقرہ:۱۲۹)

اس آیت میں جس طرح آپ ﷺ کا ایک کام'' يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِكَ '' بتایا گیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت اور بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی باتیں اللہ ہی کے الفاظ میں ان لوگوں کو سناتے اور پہنچاتے ہیں۔اسی طرح دوسرا کام ''یعلمھم الکتاب والحکمۃ'' اور تیسرا کام ''یزکیھم '' بھی بتلایا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے یہ رسول ﷺ ہماری اس عظیم الشان کتاب اور حکمت کی تعلیم بھی دیں گے اور لوگوں کے تزکیہ کا کام بھی کریں گے۔

اسی طرح دوسری جگہ قرآن پاک ہی میں رسول اللہ کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيۡهِمۡ (النحل:۴۴) آپ ﷺ کو یہ کام بھی کرنا ہے کہ جو کتاب ہماری طرف سے لوگوں پر نازل کی گئی اُن کے سامنے اس کا تبیین کریں۔یعنی اس میں جو چیزیں مجمل ذکر کی گئی ہیں آپ ﷺ اُن کی تفصیل و تشریح بیان کریں۔اب جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ علیہ السلام کا کام مخلوق کو بس قرآن ہی پہنچا دینا تھا اور دینی حجت بس وہی ہے جو قرآن میں ہے اس کے سوا اپنے دین کے لیے ہمیں کسی اور چیز کی یعنی حدیث وسنت کی ضرورت نہیں اور '' حَسۡبُنَا كِتَابُ اللهِ '' کا نعرہ لگاتے ہیں، وہ دراصل اللہ کی بات ''یعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم '' اور '' لتبین للناس مانزل الیھم '' سے انکار کرتے ہیں۔

حدیث وسنت کا سارا مستند ذخیرہ دراصل انہی آیات کی تفسیر ہے اور ہم اس ذخیرے کے ذریعے نبی کریم ﷺ کے اسی پیغمبرانہ کام یعنی کتاب وحکمت کی تعلیم وتزکیہ اور تبیین سے قریب قریب اسی طرح استفادہ کر سکتے ہیں جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا تھا۔

علاوہ ازیں اگر اللہ تعالیٰ صرف قرآن ہی بھیجنا چاہتا تھا تو اس کی تو سب سے آسان اور بہتر شکل یہ ہوتی کہ آسمان سے ایک صحیفہ آتا اور کعبہ کی چھت پر اُتار دیا جاتا، یا کعبہ کی دیواروں سے وہ کلام اہل مکہ کو سنوا دیا جاتا۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک درخت سے سنوایا گیا تھا۔ سو اس سے اہل مکہ بھی زیادہ متاثر ہوتے۔ رسالت کے لیے انسانوں کا انتخاب بھی تو اسی لئے ہوتا ہے کہ انسان پیغمبر ہی اللہ کے پیغام کی مراد واضح کر سکتا ہے اور اس زندگی کی تفصیلات بتا سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے چاہتا ہے اور وہی اپنی زندگی سے اُس کا صحیح نمونہ پیش کر سکتا ہے۔

ذیل میں ہم مختصر اور اجمالی طریقہ سے چند عنوانات پیش کر رہے ہیں تاکہ اس سے حدیث اور سنت کا مقام پہچاننے میں آسانی ہو جائے۔

٭ حجیتِ نبی ﷺ اور حدیث ایک اعتقادی مسئلہ ہے:

حجیتِ نبی یعنی نبی ﷺ اور آپ کے ارشاد کی اتھارٹی ایک اساسی اور اعتقادی موضوع ہے۔ قرونِ اولیٰ کے معتزلہ کا حدیث سے انکار بھی محض ایک علمی اختلاف تھا کہ خبر واحد حجت ہے یا نہیں؟ ان کا مقصد حجیتِ نبی ﷺ کے اساس اور اعتقادی موضوع کا انکار نہ تھا۔ قرونِ اولیٰ کے ان اختلافات میں خود پیغمبر کی ذاتِ گرامی کبھی زیر بحث نہیں آئی تھی اور نہ حجیتِ نبی ﷺ سے اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں کبھی کسی مسلمان نے انکار کیا تھا۔

٭ حجیتِ نبی ﷺ صرف نظامِ حیات تک محدود نہیں:

جہاں تک لفظ حجیت کا تعلق ہے یہ ایک قانونی تعبیر ہے۔ حجیت نبی ﷺ سے مراد یہ ہے کہ نبی ﷺ کی ذات ہر قانونی باب میں امت کے لیے یقینا سند کا درجہ رکھتی ہے۔

لیکن اس سے محض یہ ہی نہ سمجھ لیا جائے کہ نبی ﷺ کی ہر بات مانے بغیر بس صرف اسلامی نظام کی تکمیل ہی نہیں ہو گی بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ نبی ﷺ کی ہر دینی بات اصولاً تسلیم کئے بغیر ایمان تک بھی قائم نہیں رہتا۔

یہ بات بھی ذہن نشین کرلینا نہایت ضروری ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ہر بات کو حجت اور سند تسلیم کرنا صرف ایک نظام کی تکمیل ہی نہیں، تقاضائے ایمان بھی ہے اور اس کا اصولاً اقرار نہ کرنا کفر ہے۔ پس لفظ حجیت نظامِ حیات سے کہیں آگے جا کر نجاتِ آخرت تک کو موضوع بناتا ہے۔ آپ اگر ایسے ملک میں رہ رہے ہوں جہاں اسلامی نظامِ حیات نافذ نہیں اور جیسے بھی حالات سے آپ گزر رہے ہوں وہاں آپ نبی ﷺ کی تعلیمات کو چاہے کسی بھی وجہ سے ہو، حجت اور سند نہیں مانتے تو آپ مسلمان نہیں رہ سکتے۔ نبی کریم ﷺ کی ذاتِ گرامی کو حجت اور سند ماننا اساسِ ایمان ہے اور اس کے بغیر آخرت میں کسی کی نجات کسی صورت میں ممکن نہیں۔ پس آپ ﷺ کی فرمانبرداری محض ایک حاکم کی پیروی اور اطاعت ہی نہیں بلکہ بات یقیناً اس سے کہیں زیادہ مختلف ہے۔

ڈ رسول ﷺ کی اطاعت اللہ ہی کی اطاعت ہے:

مَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ ‌ۚ وَمَنۡ تَوَلّٰى فَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ عَلَيۡهِمۡ حَفِيۡظًا

(نساء:۸۰)

”جس نے رسول کی اطاعت کی، بے شک اُس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے روگردانی کی تو ہم نے آپ کو اس پر نگران نہیں بھیجا۔“

یہاں اطاعت رسول کو مضارع اور اطاعتِ خداوندی کو ماضی صیغے کے ساتھ لایا گیا ہے کہ ان میں سے ہر ایک اطاعت مستقل اطاعت ہے۔

ڈ کسی مومن کو امرِ رسول ﷺ کی مخالفت کا حق نہیں:

وَمَا كَانَ لِمُؤۡمِنٍ وَّلَا مُؤۡمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗۤ اَمۡرًا اَنۡ يَّكُوۡنَ لَهُمُ الۡخِيَرَةُ مِنۡ اَمۡرِهِمۡ ؕ وَمَنۡ يَّعۡصِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيۡنًا (احزاب:۳۶)

”اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ جب مقرر کردے اللہ اور اس کا رسول کوئی کام، تو انہیں اپنے کام کا کوئی اختیار باقی رہے اور جس نے نافرمانی کی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی، سو وہ کھلا گمراہ ہو گیا“۔

یہاں قضاءِ رسول کے تسلیم کرنے سے صرف یہ مراد نہیں کہ پیغمبر کو پیغمبر مان لیا جائے۔ پیغمبر مان لینے کا اقرار خود لفظ مومن اور مومنہ میں پہلے سے موجود تھا۔ یہاں اس پیغمبر کے تمام فیصلوں کو تسلیم کرنا ہر مومن کے لیے تقاضائے ایمان قرار دیا جارہا ہے۔ امر رسول کی اطاعت سے یہاں صرف اقرار رسالت بھی مراد نہیں ہے اور نہ یہ حکمِ حاکم کی اطاعت ہے بلکہ اس کا تعلق تو ایمان کے ساتھ ہے۔

حاکم کی اطاعت بنا بر حکومت ہوتی ہے لیکن امر رسول کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور آخرت کی مغفرت کے لیے ہے۔

قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِن تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰہَ لَایُحِبُّ الْکَافِرِیْن

(ال عمران:۳۲)

"آپ کہہ دیجیئے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اس کے اس خاص رسول (ﷺ) کی بھی اطاعت کرو۔ سو اگر یہ منہ پھیریں تو بے شک اللہ ایسے کافروں کو پسند نہیں کرتا"۔

ڈ رسول ﷺ کی اطاعت حاکم کی اطاعت سے مختلف ہے:

ایک حاکم کی تعمیلِ احکام محض ایک انتظامی مسئلہ ہے مگر نبی کریم ﷺ کی تعمیل ارشاد تو انتظامی کے ساتھ ساتھ ایک ایمانی مسئلہ بھی ہے۔ جس سے اصولاً منہ پھیرنا کفر ہوگا۔ قرآن کا ارشاد ہے:

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ (نساء:۵۹)

یہاں تین اطاعتیں فرض بتلائی گئیں ہیں۔ (۱) اللہ کی اطاعت (۲) رسول ﷺ کی اطاعت (۳) اولی الامر (حُکام) کی اطاعت۔ یہاں لفظ اطیعوا صرف دو بار لایا گیا ہے۔ الرسول کے لیے لفظ اطیعوا مستقل طور پر وارد ہوا۔ مگر اولی الامر کی اطاعت اسی اطیعوا کے ماتحت رکھی گئی جو لفظ "رسول" پر داخل تھا۔

اس کا حاصل یہ ہوا کہ اولی الامر کی اطاعت میں یہ شرط ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے خلاف نہ ہو۔ لیکن رسول کی اطاعت میں یہ شرط مذکور نہیں کیونکہ اس کی تو ہر بات اللہ کے حکم کے مطابق ہو گی اس کے خلاف ہرگز نہیں ہو سکتی۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ رسول کی ہر دینی ادا اور ہر دینی بات پر اللہ کی حفاظت کا مستقل پہرہ ہوتا ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى۔ (نجم: ۴،۳،۲)

حقیقت یہ ہے کہ رسول کی اطاعت مستقل ہے کسی شرط سے مشروط اور کسی قید سے مقید نہیں۔ مجتہدین اور اولی الامر کی اطاعت اس بات کی متقاضی ہے کہ اس کی اصل کتاب و سنت ہی میں موجود ہو کیونکہ یہ حضرات بذاتِ خود حجت اور سند نہیں ہوتے اور اُن سے حالات کی مناسبت سے اختلاف بھی ہو سکتا ہے۔ اولی الامر معصوم نہیں جبکہ رسول ﷺ معصوم ہوتے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں بذاتِ خود حجت اور سند بنایا اور ان کی اطاعت مستقل ٹھہرائی ہے۔

اطاعتِ رسول اور اطاعتِ حاکم میں فرق:

اطاعتِ رسول کی اس حیثیت کو ہم ذرا اور واضح کرتے ہیں۔ حاکم کی اطاعت آخرت کی رحمت کو لازم نہیں جبکہ نبی کریم ﷺ کی اطاعت سے آخرت کی رحمت ملتی ہے۔

کمافی سورۃ النور: ۶۲

ڈ حاکم کی مطلق اطاعت گناہوں کی بخشش کا سبب نہیں جبکہ نبی ﷺ کی مطلق اطاعت سے گناہ بھی بخشے جاتے ہیں۔ جیسے سورۃ نور ۶۳ میں اس بات کا ثبوت موجود ہے۔

ڈ حاکم کی اطاعت نہ کرنے سے دنیاوی عذاب کا ڈراوا نہیں دیا گیا جبکہ پیغمبر کی اطاعت نہ کرنے سے عذابِ الٰہی اُترنے کا اندیشہ ہے۔

ڈ حاکم کی اطاعت ایک انتظامی مسئلہ ہے جبکہ پیغمبر ﷺ کی اطاعت کا اقرار تقاضائے ایمانی ہے۔ کمافی سورہ الاحزاب آیت نمبر ۳۶۔

ڈ حاکم کی اطاعت صرف انتظامی امور تک محدود ہے مگر پیغمبر ﷺ کی اطاعت زندگی کے ہر دائرے میں لازم ہے۔

ڈ حاکم کی اطاعت اس کی موت کے بعد لازم نہیں جبکہ پیغمبر کی اطاعت اس کی وفات کے بعد بھی لازم رہتی ہے۔

ڈ حاکم کی اطاعت اللہ کی اطاعت شمار نہیں ہوتی جبکہ پیغمبر ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت کہلاتی ہے۔ (کمافی النساء آیت نمبر ۸۰)

ڈ حاکم کی ہر بات ضروری نہیں کہ صواب اور صحیح ہو۔ جبکہ پیغمبر کی ہر بات لازماً درست اور صواب ہوتی ہے۔

ڈ حاکم کے فیصلے کے خلاف اپیل ہوسکتی ہے جبکہ پیغمبر ﷺ کے فیصلے کے خلاف کہیں بھی اپیل نہیں ہوسکتی۔

ڈ حاکم سے اس کے فیصلے کی دلیل پوچھی جاسکتی ہے جبکہ پیغمبر ﷺ سے اس کے فیصلے کی دلیل مانگی نہیں جاسکتی بلکہ پیغمبر ﷺ کا فیصلہ بذات خود ایک دلیل ہے۔ ہاں آپ ﷺ سے کسی بات کی تشریح کی درخواست کی جاسکتی ہے کیونکہ یہ طلب علم ہے پیغمبر کی بات سے ٹکراؤ نہیں۔

ڈ **رسول ﷺ کے حکم کے بدونِ انقیاد، ایمان قائم ہی نہیں ہوتا:**

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۔ (نساء: ۶۵)

’’سو قسم ہے تیرے رب کی! یہ لوگ کبھی ایماندار نہیں ہوسکتے۔ جب تک تجھے ہر اس بات میں جو ان میں اختلاف پکڑے اپنا فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں۔ پھر آپ کے فیصلے کے بارے میں نہ پائیں اپنے جی میں کوئی تنگی اور قبول کریں اسے خوشی سے‘‘۔

اس آیت نے واضح طور پر بتلایا کہ پیغمبر ﷺ کی اطاعت صرف ایک حکم اور منصف کی حیثیت سے نہیں بلکہ پیغمبر کی حیثیت سے ہے۔ حکم کے فیصلے کو ماننا ایک قانونی تقاضا ہے اس پر ایمان موقوف نہیں جبکہ پیغمبر کے فیصلے کو ماننا ایمان کا تقاضا ہے۔ حکم کے فیصلے کے بارے میں دل میں گرانی ہونا کوئی عیب نہیں مگر پیغمبر ﷺ کے فیصلے کے خلاف دل میں گرانی رکھنا اور تنگی محسوس کرنا ایمان سے محروم ہو جانا ہے۔ ہر پیش آمدہ بات میں نبی کریم ﷺ کو حکم تسلیم کر لینا بناء بر حکومت نہیں بلکہ بناء بر رسالت ہے۔ اہل اسلام اسی پر متفق ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا حکم ہونا ان کے صرف قاضی ہونے کی حیثیت تک ہی محدود نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہر فیصلے کو حجت اور سند قرار دیا ہے اور آپؐ کی اطاعت کو مطلقاً فرض ٹھہرایا ہے۔

ڈ نبی کریم ﷺ کا حکم واجب القبول ہے:

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (حشر:۷)

''جو چیز تمہیں اللہ کا رسول دیدے اسے لے لو اور جس چیز سے تمہیں روکے اس سے رُک جاؤ''۔

حدیث شریف میں بھی آیا ہے:

فَاِذَا اَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَاْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَمَا نَهَيْتُكُمْ مِنْ شَيْءٍ فَدَعُوْهُ

(مسلم:۱/ ۴۳۲)

''جب میں تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو تم اس پر جہاں تک تم سے ہو سکے عمل کرو اور جب کسی چیز سے تمہیں روکوں تو تم اسے چھوڑ دو''۔

''اتاکم'' صرف مادی چیزوں غنائم وغیرہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ علم دینے، بات کہنے، درجہ ومقام عطاء کرنے کو بھی ایتاء سے تعبیر کیا جاسکتا ہے جس کے نظائر اور امثال قرآن وسنت میں بکثرت موجود ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے **ما اتاکم الرسول** سے حدیث کی حجیت پر واضح انداز میں استدلال کیا۔ جیسا کہ حدیثِ نبوی ﷺ ہے:

لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ لِخَلْقِ اللّٰهِ۔ (مشکوٰۃ:۳۸۱)

"اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو بدن کو گودنے والی گدوانے والی، بالوں کو نچوانے والی اور افزائش حسن کے لیے دانتوں کو (ریتی سے) رتوانے والی، اللہ کی خلقت کو تبدیل کرنے والی عورتوں پر"۔

ایک دفعہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت آئی اور آپ سے کہا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ آپ فلاں فلاں عمل کرنے والی عورتوں پر لعنت کرتے ہیں۔آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مَالِیْ لَا اَلْعَنُ مَنْ لَّعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَمَنْ هُوَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ

"میں کیوں نہ ان پر لعنت کروں کہ جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے اور جو قرآن میں ملعون ٹھہرے"۔

وہ عورت حیران ہوئی اور کہا کہ میں نے قرآن پڑھا ہے لیکن اس میں کہیں یہ آیت نہیں پڑھی۔تو اس پر ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لَئِنْ قَرَأْتِيْهِ لَقَدْ وَجَدْتِيْهِ اَمَا قَرَأْتِ وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ (بخاری ومسلم)

"اگر تو نے قرآن پڑھا ہوتا تو اس میں یہ آیت پا لیتی۔کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی "ما اتاکم الرسول" الخ..."

اس سے معلوم ہوا ہے کہ یہ آیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ احکام واوامر کو شامل ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جس میں ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بھی بات سے سرتابی کر سکیں۔اس جیسے واقعات اور بھی بہت ملتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین ؒ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم و عمل کو قرآن کا حکم اور تشریح بتلایا ہے۔

ڈ **نبی کریم ﷺ ہر بات میں ایک عمدہ نمونہ ہیں:**

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰہَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیْرًا (احزاب:۲۱)

''بے شک تم لوگوں کے لیے رسول ﷺ میں ایک عمدہ نمونہ موجود ہے ہر اس شخص کیلئے جو اللہ کے پاس حاضر ہونے اور آخرت کے دن کا یقین رکھتا ہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتا ہو''۔

سو نبی کریم ﷺ جب ہر کار خیر میں نمونہ ٹھہرے تو اب مومن کا ہر کام رسول اللہ ﷺ کی تابعداری سے مشروط ہو گیا۔ نماز و زکوٰۃ کی ہر ادا عملِ رسول اور حکمِ رسول کے تحت آگئی۔ نماز کا طریقہ اور زکوٰۃ کا نصاب کسے معلوم تھا؟ ان احکام پر عمل کی راہیں کس مسلمان کو معلوم تھیں؟ ظاہر ہے کسی کو معلوم نہ تھیں۔ یہ عمل رسول اور حکم رسول ﷺ ہی تھا جس نے نماز اور زکوٰۃ کو لائق عمل بنایا۔ اطاعت رسول کے بغیر اور طریقہ نبوی ﷺ کی پیروی کئے بغیر یہ دونوں حکم ناقابل عمل تھے۔ کیونکہ قرآن میں اس کی تفصیلات نہیں ذکر کی گئیں ہیں۔ نماز کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

صَلُّوْا کَمَا رَأَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ۔

''نماز اس طرح پڑھا کرو جس طریقے سے میں پڑھتا ہوں''۔

اسی لیے قرآن میں اللہ تعالیٰ نے بھی نماز اور زکوٰۃ کے ساتھ اطاعتِ رسول کی ہدایت کی ہے۔

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ (نور:۵۶)

''نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرو تاکہ تم پر مہربانی ہو سکے''۔

یہاں اس آیت میں **اطیعوا اللہ** کا ذکر نہیں بلکہ یہاں اللہ کے دو احکام نماز اور زکوٰۃ مذکور تھے جن پر عمل کی راہ بجز اطاعتِ رسول کے کوئی نہ تھی۔ اس لیے اس آیت میں صرف **اطیعوا الرسول** کہا تاکہ نماز اور زکوٰۃ کی راہ تمہیں معلوم ہو جائے۔ معلوم ہوا جس طرح نماز و زکوٰۃ اللہ کے احکام ہیں تو اسی طرح ان احکاماتِ خداوندی کو نبی کریم ﷺ کے طریقے پر ادا کرنا

اور اطاعت رسول بھی اسی طرح بالاستقلال ایک حکم ہے۔ یہ آیت اپنے عموم سے نبی کریم ﷺ کے ہر عمل کو شامل ہے اور آپ ﷺ اپنے تمام اقوال واعمال میں ہمارے لیے عمدہ نمونہ ہیں۔ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کی نہایت عمدہ شہادتیں موجود ہیں۔

ڈ سیدنا یعلیٰ بن امیہ حنظلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ طواف کر رہا تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو بوسہ دیا جب ہم رکن غربی کے پاس پہنچے تو میں نے آپ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اس لیے کھینچا تاکہ آپ رکن غربی کا بھی استلام کریں اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کیا تم نے نبی کریم ﷺ کے ہمراہ کبھی طواف نہیں کیا؟'' میں نے کہا ''جی ہاں! کیوں نہیں'' تو انھوں نے فرمایا کہ ''پھر تم نے آپ ﷺ کو غربی رکنوں کا استلام کرتے دیکھا ہے؟'' میں نے کہا ''جی نہیں''۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اَلَیْسَ لَکَ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ۔ قُلْتُ بَلٰی قَالَ فَاَبْعِدْ عَنْکَ۔

''کیا تمہارے لیے نبی کریم ﷺ کی ذاتِ گرامی میں اسوۂ حسنہ نہیں؟ میں نے کہا کیوں نہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر اس رکن سے دور رہو۔'' (مصنف عبدالرزاق: ۱/ ۳۸۲)

ڈ اسی طرح سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے نذر مانی ہے کہ وہ ہمیشہ روزہ رکھے گا۔ اتفاق سے اس کے فوراً بعد عید آگئی تو کیا وہ عید کے دنوں میں روزہ رکھے گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا: ''نبی کریم ﷺ عید کا روزہ نہ رکھتے تھے نہ اسے پسند فرماتے تھے''۔ اور یہ آیت پڑھی:

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ (بخاری: ۱/ ۲۹۲)

اس طرح کے کئی اور واقعات بھی اس پر دال ہیں۔

الغرض حدیث وسنت کا انکار کرنے والا طبقہ جو قرآن پاک کا مقدس نام لے کر امت کو دھوکہ دیتا ہے۔ وہ اگرچہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر ایمان لانے کا مدعی ہے لیکن درحقیقت اس نے مقامِ نبوت کو قطعاً سمجھا ہی نہیں اور اس ''مخصوص'' طبقے کی بات خصوصاً ایسے لوگوں کو بڑی اچھی اور بڑی آسان لگتی ہے جو ایک طرف تو مسلمان بھی رہنا چاہتے ہیں مگر شریعت کی پابندیوں سے کوسوں دور بھاگتے ہیں جیسے آج کل کے ''روشن خیال'' ...

انکارِ حدیث کے اصول کو مان لینے کے بعد اُن کے لیے ہر آوارگی اور ہر نفس پرستی کے جائز ہونے کا راستہ نکل آتا ہے کیونکہ قرآن پاک ایمان، عمل صالح اور جس تقویٰ والی زندگی کا مطالبہ کرتا ہے اس کی تفصیلات رسول اللہ ﷺ کی حدیث وسنت ہی سے معلوم ہوسکتی ہیں۔

بہر حال حدیث کے حجت ہونے کے رد کا یہ سلسلہ برابر اور ہر عہد میں چلتا رہا اور محققین علماء امت اس کا ہر موڑ پر دندان شکن جواب دیتے رہے۔ ابتدائی عہد میں امام شافعی رحمہ اللہ نے اس قسم کے لوگوں کا بڑا تفصیلی جواب دیا جو اس موضوع پر اولین گفتگو اور باقاعدہ رد کرنے والے ہیں۔ موجودہ عہد جو علوم کی وسعت کے ساتھ ساتھ عقلی وذہنی فتنوں کی کثرت کا بھی دور ہے اس میں بھی یہ بدترین فتنہ نمایاں طور پر اُبھرا اور اب بھی اپنی تمام حشر سامانیوں سمیت کسی نہ کسی شکل میں برابر موجود ہے۔ اور اس عہد کے خصوصی حالات کی بناء پر نئے ساز وسامان کے ساتھ نہ صرف غیر مسلم اور اسلام دشمن افراد وتحاریک نے بلکہ ان کے زیر سایہ رہ کر تربیت حاصل کرنے والے یا ان کے علوم وافکار سے مرعوب ومتاثر نام نہاد مسلمانوں نے بھی اسی فتنہ کی حمایت اور اس کی اشاعت وترویج میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور احکام شرعیہ کے حق میں حدیث کے حجت ودلیل ہونے سے یکسر ہی انکار کر دیا۔

اس موضوع پر ضمنی مباحث ومقالات کے علاوہ بعض محققین کی نہایت دقیق اور مستقل کتابیں بھی موجود ہیں۔

اہم مؤلفات:

۱:	الرسالۃ	امام شافعی رحمہ اللہ
۲:	السنۃ ومکانتھا فی التشریع الاسلامی	ڈاکٹر مصطفی سباعی
۳:	حجیت حدیث	مولانا حبیب الرحمن اعظمی
۴:	حجیت حدیث	مولانا ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ
۵:	صیانۃ الحدیث	مولانا عبد الرؤف رحمانی
۶:	فتنہ انکار حدیث کا منظر وپس منظر	افتخار احمد بلخی
۷:	مقدمہ معرفت علوم حدیث	ڈاکٹر مولانا سراج الاسلام حنیف
۸:	انکار حدیث سے انکار قرآن تک	شیخ عبد السلام رستمی

تدوینِ حدیث

حجیت حدیث کا تقاضا تھا کہ حدیث مدون کی جائے ،اسے محفوظ کیا جائے ،اس کے مطالب کھلے کھلے رکھے جائیں تا کہ اس سے استنباط کے چشمے پھوٹیں اوران سے اجتہاد کی راہیں بھی معلوم ہوں۔ دینِ اسلام اولادِ آدمؑ پر جب اللہ کی آخری حجت اور شریعت محمدی ﷺ بنی نوعِ انسان کے لیے آخری شریعت ہے تو اس دین وشریعت کا قیامت تک کے لیے باقی رہنا بھی ضروری ہے۔ پس لازم تھا کہ جوں جوں یہ تقاضا شدید ہوتا جائے تدوین حدیث کے عملی اسباب سامنے آتے جائیں اور حدیث جمع ہوتی جائے۔

قرآن کریم کے لکھے جانے سے یہ بات از خود ظاہر ہے کہ علم کی پوری حفاظت تحریر کیے جانے سے ہی سے ممکن ہوتی ہے۔ نبی ﷺ پر جب کوئی آیت اُترتی تو آپ کاتب کو بُلا کر ارشاد فرماتے کہ یہ آیت فلاں سورت میں فلاں مقام پر لکھ لو۔ قرآن کریم اسی ترتیب سے پڑھا جاتا اور لکھا جاتا تھا جس ترتیب سے نبی ﷺ اس کے لکھنے کی ہدایت فرماتے۔ قرآن کریم کی تحریرات (Documents) نے تحریر حدیث کی فکر بھی پیدا کر دی تھی۔ اگرچہ نبی کریم ﷺ کی زندگی کا ہر مرحلہ آپ کا ہر ارشاد اور آپ کی ہر ادا حدیث تھی۔ تاہم ان دنوں یہ اندیشہ تھا کہ تحریر حدیث کے اہتمام میں کہیں تحریر قرآن دب کر نہ رہ جائے اور ہو سکتا تھا کہ ایسے حالات میں جبکہ عرب ابھی نئے نئے جاہلیت سے نکلے تھے تعلیم و تعلم کا ایسا عام رواج نہیں تھا۔ تو کہیں تحریراتِ قرآن اور تحریراتِ حدیث آپس میں کہیں خلط ملط (Mix) نہ ہو جائیں اور کہیں ایسا نہ ہو کہ تحریراتِ قرآن کی طرح تحریراتِ حدیث کی بھی عبادت کے طور پر تلاوت ہونے لگے۔ سو اُس وقت مصلحت کا یہ تقاضا تھا کہ تحریر قرآن کے دور تک تحریر حدیث پر عام حلقوں میں پابندی رہے۔ صرف انہی حضرات کو اجازت ہو جو اِن حدود وفروق میں پورے طور پر محتاط رہیں، علم کی حدوداور زبان کو پہچانتے ہوں اور انہیں محفوظ رکھنے کا پورا اہتمام ملحوظ رکھ سکتے ہوں۔

اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جب حدیث ،اسلام میں قانونی طور پر حجت ہے تو اسے محفوظ بھی ہونا چاہیے تھا اور دیگر مصالح چاہے کتنے ہی کیوں نہ پیشِ نظر ہوں اُصولاً تحریر حدیث کی اجازت ہونی چاہیے تھی۔ عمومی اجازت نہ سہی لیکن جن صحابہ رضی اللہ عنہم کے علمی حلقوں میں اِن تحریرات کے خلط ملط ہونے کا اندیشہ نہ تھا اُنہیں تو کم از کم تحریر حدیث کی اجازت دیدی جاتی۔ یہی

وجہ ہے کہ تحریر قرآن کے دور تک تحریر حدیث پر پابندی ہونے کے باوجود یہ تقاضا اصولاً باقی رہا اور اسی احساس کے تحت بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی ﷺ سے تحریر حدیث کی اجازت مانگی بھی اور آپ ﷺ نے انہیں یہ اجازت پھر مرحمت بھی فرمائی جیسا کہ درج ذیل واقعات سے واضح ہے۔

(۱) ایک انصاری نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں آپ سے حدیث سنتا ہوں تو بھول جاتا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اِسْتَعِنْ بِيَمِيْنِكَ (ترمذی:۱/۱۰۷)

"اپنے ہاتھ سے مدد لو"۔

یعنی لکھ لیا کرو۔ ایک روایت میں ہے: وَاَوْمَأَ بِيَدِهٖ لِخَطٍّ ۔ کہ آپ نے ہاتھ سے لکھنے کا اشارہ فرمایا۔ یہ آپ کی طرف سے گویا حدیث لکھنے کی اجازت تھی۔

(۲) یمن کا ایک شخص ابو شاہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جب اس نے آپ ﷺ کا خطبہ سنا تو گذارش کی کہ آپ ﷺ مجھے لکھ دیجیئے۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ یہ بیان ابو شاہ رضی اللہ عنہ کے لیے قلم بند کر دو۔

اُكْتُبُوْهُ لِاَبِيْ شَاهٍ (بخاری:۱/۲۲)

"ابو شاہ کے لیے یہ باتیں لکھ دو"۔

نبی ﷺ نے اس روایت میں صریح طور پر کتابتِ حدیث کا اہتمام فرمایا اور اس کے لیے صحابہ رضی اللہ عنہم کو امر کیا۔

(۳) ابو رافع رضی اللہ عنہ نے بھی نبی ﷺ سے احادیث لکھنے کی اجازت مانگی تھی تو آپ ﷺ نے انہیں بھی اجازت دے دی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کا یہ مجموعہ حدیث اتنا معتمد تھا کہ ترجمان القرآن جناب سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بھی اس مجموعہ سے روایات نقل کر لیا کرتے تھے حضرت سیدنا سلمیٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

رَأَیْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنِ عَبَاسٍ رضی اللہ عنہ مَعَهٗ اَلْوَاحٌ یَکْتُبُ عَلَیْهَا عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ شَیْئًا مِنْ فِعْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ (طبقات ابن سعد:۲/۷۱)

''میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو دیکھا، لکھنے کی تختیاں ان کے پاس تھیں ان پر وہ ابورافع رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ افعال لکھ رہے تھے''۔

(۴) سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ ''میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث روایت کرنا چاہتا ہوں، اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنے دل کے ساتھ ساتھ کچھ مدد اپنے ہاتھ سے بھی لے لوں (یعنی لکھ لوں)''۔اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی اجازت دے دی۔

وہ کہتے ہیں قریش نے مجھے حدیث نہ لکھنے کا مشورہ دیا اور کہا:

اِنَّمَا هُوَ بَشَرٌ یَغْضِبُ کَمَا یَغْضِبُ الْبَشَرُ۔ (ابوداؤد:۲/۵۱۳)

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی تو آخر انسان ہیں کبھی کبھار حالتِ غصہ میں بھی تو ہوتے ہیں جیسا کہ عام طور پر انسان غصے میں آتا ہے''۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بتلائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ مَا یَخْرُجُ مِمَّا بَیْنَهُمَا اِلَّا حَقٌّ فَاکْتُبْ۔

''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے ان دو ہونٹوں کے درمیان سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔ سو تم لکھتے رہو''۔

(۵) رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ ''ہم آپ سے بہت سی باتیں سنتے ہیں تو کیا ہم انہیں لکھ لیا کریں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اُکْتُبُوْا وَلَا حَرَجَ

''لکھ لیا کرو اور اس میں کوئی حرج نہیں''۔

یہ حقیقت ہے کہ عربوں میں ان دنوں زبانی یادداشتوں کا بہت رواج تھا ان میں حفظ کی بہت زبردست اور حیرت انگیز صلاحیت موجود تھی۔ صدیوں سے یہ لوگ اپنے قبائل کی تاریخ یادرکھتے اوراسے بار بار دہرانے کے خوگر تھے اور راوی کا لفظ ان کے ہاں پہلے سے موجود تھا۔ جب دین قویم کا پرچم اس زمین میں لہرایا گیا تو سوال پیدا ہوا کہ علوم نبوت کا حفظ ونشر کس طرح کیا جائے۔ اسے صرف اسی طریق سے باقی رکھا جائے یا اس میں مزید فکرودانش کی بھی کوئی ضرورت ہے؟

یہ پرانا طریق مسلسل اور پھر آخر کب تک چل سکتا تھا، ایک ایسے دین جسے قیامت تک باقی رہنا ہے اس میں زبانی حفظ وروایت کی کڑیاں کب تک ساتھ دے سکتی تھیں۔ اسی فکر کے تحت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی یادداشت کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اپنی چادر پھیلاؤ'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باذنِ الٰہی اس میں روحانی توجہ فرمائی اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بے نظیر حفظ کی دولت سے مالا مال ہوگئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ سے حدیث کی وہ خدمت لی کہ جو سنا کبھی نہ بھولے اور جو دیکھا وہ ہمیشہ یاد رہا۔ خود فرماتے ہیں:

فَضَمَمْتُهُ فَمَا نَسِيتُ شَيْئًا بَعْدَهُ (بخاری:۴۱/۱)

''پس میں نے وہ چادر سمیٹ لی۔ اس کے بعد میں کبھی کچھ نہ بھولا''۔

حفظ وفکر کے اس دور کے فوراً بعد ضروری تھا کہ احادیث باقاعدہ مرتب اور مدون ہوجائیں اور پھر اس تحریر وتدوین کی ابتداء خود ذاتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی ہو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں اُن کے شاگرد اپنے اساتذہ سے روایت حدیث کے ساتھ ساتھ تحریر حدیث کی طرف بھی توجہ دینے لگے۔ یہاں تک کہ تابعینؒ کے بعد علم حدیث باقاعدہ ترتیب کی منزل میں داخل ہوگیا۔ یہ وہ وقت تھا جب اسلامی تہذیب عجمی ممالک میں پھیل چکی تھی اور یہی وہ تین دور تھے جن کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر اور بھلا ہونے کی شہادت دی تھی۔ امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَکْرِمُوْا اَصْحَابِیْ فَاِنَّهُمْ خِيَارُكُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ يَظْهَرُ الْكَذِبُ۔

(مشکوٰۃ:۵۵۴)

''میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کی عزت کرو کیونکہ وہ تم میں سے بہترین ہیں پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہیں پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہیں''۔

تابعیِ کبیر قتادہ بن دعامہ رحمہ اللہ کا حافظہ حیرت انگیز تھا جو بات ایک مرتبہ سن لیتے ہمیشہ کیلئے یاد ہو جاتی۔ امام زُہری رحمہ اللہ اور امام بخاری رحمہ اللہ کے حافظے تو تاریخ اسلام میں شہرۂ آفاق ہیں ان کی نظیر دنیا نے نہ کبھی دیکھی تھی، نہ ان جیسا کوئی اور طبقہ ان کے بعد کبھی دیکھنے میں آیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ بہترین اُمم تھے، ان میں خیر غالب تھی۔ ان کے بعد افشاءِ کِذب یعنی جھوٹ کا دور شروع ہوا۔ حدیث کے آخری جملے پر غور کریں۔

ثُمَّ يَفْشُو الْكَذِبَ

''پھر جھوٹ پھیل جائے گا''

اس میں خبر دی گئی ہے کہ تبع تابعینؒ کے دور کے بعد جھوٹ عام ہو جائے گا۔

جھوٹ خبر و روایت میں ہی چل سکتا ہے ذکر و تلاوت میں نہیں۔ قرآن کریم خود عہد رسالت میں ہی متواتر اللفظ تھا۔ اس کی سورتیں اور آیات معین تھیں۔ ہزاروں سینوں میں محفوظ اور لاکھوں زبانوں پر جاری اور ملفوظ تھا۔ اس کے پڑھنے میں غلطی اور تشبہ تو لگ سکتا تھا لیکن جھوٹ کا اس میں دخل ہرگز نہ ہو سکتا تھا۔ قرآن کریم متواتر طبقاتی ہے، ظاہر ہے کہ جھوٹ کا موضوع اخبار اور روایات آحاد ہی ہو سکتی ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بات کی خبر دینا کہ ان تین طبقوں کے بعد جھوٹ پھیل جائے گا، بتلاتا ہے کہ ان تین طبقوں تک تو دینی تعلیمات زبانی خبر و روایت میں بھی چل سکتی تھیں اور اس میں کوئی دینی حرج بھی نہ تھا۔ اگر پوری احتیاط برتی جاتی تو دین کی صحیح تعلیمات اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و عمل کی جملہ روایات صحابہ رضی اللہ عنہم سے تابعینؒ کو اور تابعینؒ سے تبع تابعینؒ کو زبانی نقل و روایت سے پوری اور محفوظ شکل میں پہنچ سکتی تھیں۔ اس دور میں صدق و کذب اور صحیح و ضعیف کا آسانی سے پتہ چل جاتا تھا۔ سو ان تین طبقوں کا حفظ اور زبانی روایت ہر اعتبار سے یقینا قابل اعتماد رہے گی۔ لیکن ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ان تین ادوار کے بعد جب جھوٹ عام ہو جائے تو ضروری تھا کہ اس دورِ کذب کے عام ہونے سے پہلے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات باقاعدہ مرتب اور مدون ہو جائیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ بالا حدیث صدق و کذب کے ان دو زمانوں میں تاریخی فصل ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے دور میں صدق و رشد غالب تھا اور ان کے بعد نقل روایت میں کڑی تحقیق درکار اور لازم ہو گئی کیونکہ اب بفحوائے حدیث جھوٹ پھیل چکا تھا۔

آپ ﷺ نے خود بھی بعض احکامِ شریعت تحریر کروائے۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو تحریر حدیث کی اجازت مرحمت فرمائی اور نقل وروایت کے کچھ اُصولی ہدایات ارشاد فرمائے۔ ظاہر ہے کہ ان زمانوں کی تحریرات کا آئندہ کی نقل وروایت اور حدیث کی باقاعدہ جمع وتدوین میں بہت اثر رہاہے اور سچ تو یہ ہے کہ اس تدوین کا سہرا بہت حد تک ان پہلی تحریرات حدیث کے سر پر ہی بندھتاہے جواس پہلے دور میں نبی ﷺ کی تعلیمات کے گردوفا کے پھول پورے اہتمام سے چُن چکی تھیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دور تقریباً ۱۲۰ھ تک رہاہے۔آخری صحابی ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ کی وفات ۱۰۰ھ میں ہوئی۔تابعین ؒ کا دور ۱۷۰ھ تک رہاہے اور تبع تابعین کا دور ۲۲۰ھ تک منتہی ہواہے۔ان تین زمانوں کے بعد بدعات کھل کر پھیلنے لگیں۔ معتزلہ نے اپنی زبانیں کھولیں اور فلاسفہ نے اپنے سر اٹھائے۔اہل علم کی ''خلقِ قرآن'' کے مسئلہ میں آزمائش ہوئی۔لوگوں کے دینی حالات بدلنے لگے اور نبی ﷺ کا ارشاد کہ ''پھر جھوٹ پھیل جائے گا'' تصدیق بن کر سامنے آگیا۔تاہم شکر درگاہ ایزدی ہے کہ تدوین حدیث کے ابتدائی اور وسطانی مرحلے ان قرون ثلٰثہ مشہود لہا بالخیر میں سرانجام پاچکے تھے اور پھر جب جھوٹ کا دور دورہ ہوا تو محدثین نے حدیث کے گرد تحقیق وتنقید کے کڑے پہرے بٹھادیے اور تاریخ بتاتی ہے کہ حدیث کے بڑے بڑے ذخیرے تو تیسری صدی ہجری میں مرتب ہو چکے تھے۔

یہ تدوین بطور فن کے نہیں بطور یادداشت کے تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے حدیث لکھنے کی اجازت بھی دے رکھی تھی ۔خود بھی بعض احکام اپنے سامنے لکھوادیئے تھے ۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی احادیث کی کچھ یادداشتوں کو محفوظ کرر کھا تھا۔ موجودہ ذخائر حدیث میں ان یادداشتوں کی کہیں کہیں نشاندہی ملتی ہے۔ بعض صحائف حدیث کا بھی کہیں کہیں ذکر آتاہے۔ جیسے الصحیفۃ الصادقہ، کتاب الصدقہ، صحیفہ علی، صحیفہ عمروبن حزم، صحیفہ جابر، صحیفہ سمرہ بن جندب، کتاب معاذ بن جبل، کتاب ابن عمر، کتاب ابن عباس، کتاب سعد بن عبادہ کا تذکرہ بعض محدثین کی کتابوں میں ملتاہے بلکہ انہوں نے تو اس کے ضمن میں اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، سیدناابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے جمع کردہ مجموعوں کا ذکر بھی جابجا کیاہے۔ یہ پہلے دور کی حدیثی تحریرات ہیں۔

عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ (۱۰۱ھ) نے اپنے دور خلافت میں بعض آئمہ علم، جو حدیث کی نقل وروایت میں زیادہ معروف تھے، کی توجہ اس طرف دلائی کہ وہ احادیث تحریری طور پر جمع کریں۔

(۱) كَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِالْعَزِيْزِ اِلٰی اَبِيْ بَكْرِبْنِ حَزْمٍ اُنْظُرْ مَاكَانَ مِنْ حَدِيْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاكْتُبْهُ فَاِنِّيْ خِفْتُ دُرُوْسَ الْعِلْمِ وَذِهَابَ الْعُلَمَاءِ وَلَا تَقْبَلْ اِلَّا حَدِيْثَ النَّبِيِّ ﷺ وَلِتَفْشُوا الْعِلْمَ وَلِتَجْلِسُوْا حَتّٰى يَعْلَمَ مَنْ لَّا يَعْلَمُ فَاِنَّ الْعِلْمَ لَا يَهْلِكُ حَتّٰى يَكُوْنَ سِرًّا۔ (بخاری:۱/۲۸)

"عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے ابو بکر بن حزم رحمہ اللہ کو لکھا کہ نبی ﷺ کی احادیث پر نظر رکھیں اور انہیں لکھ لیں۔ کیونکہ مجھے علم کے ہٹ جانے اور علماء کے اٹھ جانے کا ڈر ہے اور نبی ﷺ کی حدیث کے سوا اور کسی روایت کو قبول نہ کرنا اور چاہیے کہ تم علم پھیلاؤ اور بیٹھو یہاں تک کہ نہ جاننے والا جان لے، اس لیے کہ علم برباد نہیں ہوتا جب تک کہ اسے مخفی نہ رکھا جائے"۔

(۲) ہمام بن منبہ رحمہ اللہ (۱۰۱ھ) بھی عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے ہم عصر تھے۔ آپ نے اپنے استاد سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو مجموعہِ حدیث حاصل کیا وہ آپ نے اپنے شاگرد معمر بن راشد رحمہ اللہ کے سامنے پورا روایت کیا اور پھر ان کے سپرد بھی کر دیا۔ پھر اُن سے اُن کے شاگرد عبد الرحمن بن ہمام بن نافع کو ملا اور پھر اُن سے لے کر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اسے اپنی مسند میں جگہ دی۔ اس صحیفہ ہمام بن منبہ کے دو قلمی نسخے برلن اور دمشق کے کتب خانوں میں ملے ہیں جو مسند احمد میں مروی روایات سے لفظ بلفظ ملتے ہیں۔ پیرس یونیورسٹی کے ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے اس صحیفہ ہمام بن منبہ رحمہ اللہ پر بہت مفید تحقیقی کام کیا ہے۔

(۳) علامہ ابن شہاب الزُہری رحمہ اللہ (م ۱۲۴ھ) نے بھی عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے حکم سے ہی احادیث لکھنی شروع کی تھیں۔ صالح بن کیسان رحمہ اللہ (م ۱۴۰ھ) بھی حدیث لکھنے میں آپ رحمہ اللہ کے ساتھ شامل تھے۔ فرمایا:

اِجْتَمَعْتُ اَنَاوَابْنُ شِہَاب وَنَحنُ نَطلُبُ الْعِلْمَ فَاجْتَمَعْنَا اَنْ نَّکْتُبَ السُّنَنَ فَکَتَبْنَا کُلَّ شَیئٍ سَمِعْنَاہُ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم ثُمَّ کَتَبْنَا اَیضاً مَاجَاءَ عَنْ اَصْحَابِہٖ فَقُلْتُ لَالَیْسَ بِسُنَّۃٍ وَقَالَ ھُوَ بَلْ ھُوَسُنَّۃٌ فَکَتَبَ وَلَمْ اَکْتُبْ فَاَنْجَحَ وَضَیَّعْتُ۔ (مصنف

عبدالرزاق: ۲۵۸/۱۱)

"میں اور زہری اکٹھے تھے ہم احادیث کی تلاش کرتے رہتے اور ہمارا اس پر اتفاق ہوا کہ سنن لکھیں۔ سو ہم نے ہر چیز جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے سنی لکھ ڈالی۔ پھر ہم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی روایات لکھنے کا ارادہ کیا تو میں نے کہا میں نہیں لکھتا یہ سنت نہیں ہیں۔ زُہری رحمہ اللہ نے کہا یہ بھی سنت ہیں۔ سو انہوں نے لکھ ڈالیں میں نے نہ لکھیں، وہ کامیاب ہوئے اور میں ضائع ہو گیا"۔

بہر حال عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ساری مملکت اسلامیہ میں اپنے احکام بھیجے تھے اس کے نتیجے میں مشہور امام فن محمد بن مسلم بن شہاب زہری رحمہ اللہ (م ۱۲۳ھ) جو کبھی تو "ابنِ شہاب" اور کبھی صرف "زہری" کے نام سے ذکر کیے جاتے ہیں، اُنہوں نے حدیث کی اولین باقاعدہ کتاب کی ترتیب وتدوین کی سعادت حاصل کی۔ جس کی نقلیں اِدھر اُدھر بھیجی گئیں۔ ان کے بعد دوسرے حضرات نے بھی یہ کام کیا جس میں مؤطا امام مالک رحمہ اللہ (م ۱۷۶ھ) کو خاص مقام حاصل ہے۔ البتہ اس عہد میں احادیث نبویہ کے ساتھ ساتھ اقوال

صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعینؒ کو بھی نقل کیا جاتا رہا، چنانچہ ابن جریج رحمہ اللہ (م۱۵۰ھ)، ابن اسحاق رحمہ اللہ (م ۱۵۱ھ)، ربیع بن صبیح رحمہ اللہ (۱۶۱ھ)، سفیان ثوری رحمہ اللہ (م ۱۶۱ھ)، امام اوزاعی رحمہ اللہ (م۱۵۶ھ)،ابن مبارک رحمہ اللہ (م۱۸۱ھ)وغیرہ جنہوں نے مختلف علاقوں میں رہ کریہ کام کیا،سب کے تحریری مجموعے اسی انداز کے تھے۔ دوسری صدی کے اواخر میں اوراس کے بعد محض احادیث نبویہ کو جمع کرنے کی جانب توجہ ہوئی اور ''مسانید'' کی تصنیف کی نوبت آئی، جن میں ایک ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے منقول تمام احادیث نبویہ کو یکجا کیا گیا پھر تیسری صدی کے وسط سے ابواب کے تحت احادیث کو جمع کرنے کا اہتمام شروع ہوااور ''صحاح ستہ'' کی تصنیف کی نوبت آئی اور انھیں کے انداز پر دوسری معتمد کتابوں کی جبکہ بعد کے لوگ انہیں کی تلخیص واختصار، شرح وتحشیہ، جمع وترتیب وتہذیب کا کام کرتے رہے۔

اہم مؤلفات:

۱۔	تدوین حدیث	مولانا مناظر حسین گیلانی رحمہ اللہ
۲۔	السیر الحثیث فی تاریخ تدوین الحدیث	ڈاکٹر زبیر صدیقی
۳۔	دراسات فی الحدیث النبوی وتاریخ تدوینہ	ڈاکٹر مصطفی اعظمی قاسمی

مقدمہ

علمِ مُصْطَلَح (اصول حدیث) کی تعریف: یہ وہ علم ہے جس کے ذریعے حدیث کی سند و متن یا راوی اور مروی کے احوال، قبول ورد کے اعتبار سے معلوم کیے جاتے ہیں۔

علمِ مُصْطَلَح کا موضوع: سندِ حدیث اور متنِ حدیث کا مقبول و مردود ہونا۔

علمِ مُصْطَلَح کا ثمرہ: صحیح و سقیم (ضعیف) احادیث میں فرق و امتیاز۔

بعض ضروری تعریفات اور اصطلاحات

راوی: روایت (حدیث) کو نقل کرنے والا۔ لہٰذا سندِ حدیث میں آنے والا ہر فرد راوی کہلاتا ہے۔

مروِی (متن): اُس کلام، مضمون اور بات کو کہتے ہیں جس پر سند کی انتہا ہو۔

سند: رجال (آدمیوں) کا وہ سلسلہ جو متن تک پہنچا ہو۔

وضاحت: حَدَّ ثَنَا اَبُو الْیَمَا ن قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَیْب قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔

اس روایت میں حدثنا ابو الیمان سے عن ابی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تک "سند" ہے اور اس سند میں ہر ایک فرد مستقل "راوی" ہے جبکہ ان رسول اللہ قال والذی نفسی بیدہ سے لے کر آخر تک "متن و مروی" ہے۔

مُسنِد: وہ شخص جو سند کے ساتھ حدیث روایت کرتا ہو۔

مُسنَد: وہ حدیث جو مرفوع اور متصل السند ہو۔

مُحدِّث: وہ شخص جو علم حدیث کے الفاظ و معانی دونوں کا عالم ہو اور علم حدیث میں رِوَایَةً وَ دِرَایَةً مشغول ہو۔ زیادہ روایات و احوالِ روایات سے باخبر ہو۔

حافظ: وہ محدث جس کو محدثین کے ہر طبقے کے افراد کے بارے میں کسی اور کی نسبت زیادہ معلومات حاصل ہوں۔

صحابی رضی اللہ عنہ: وہ ہیں جن کو ایمان کی حالت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات نصیب ہوئی ہو اور ایمان ہی پر ان کی وفات ہوئی ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کوئی قطعی تعداد منقول نہیں البتہ بعض اکابر کے قول کے مطابق ان کی تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی۔

طبقات و مراتب: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طبقات کی تقسیم کے لیے مختلف امور کو بنیاد بنایا گیا ہے اس لیے تعدادِ طبقات میں اختلاف ہے۔ کسی نے اسلام و ہجرت میں سبقت اور اہم غزوات میں شرکت کو اور کسی نے صرف اہم غزوات میں شرکت کو پیش نظر رکھ کر طبقات ذکر کئے ہیں۔ عام طور پر علماء کی کتابوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مندرجہ ذیل بارہ طبقات کا ذکر موجود ہے۔

(۱) مکہ مکرمہ میں اولین اسلام لانے والے صحابہ رضی اللہ عنہم (۲) دار ارقم میں جمع ہونے والے صحابہ رضی اللہ عنہم (۳) مہاجرین حبشہ [رجب ۵ سنہ نبوی] (۴) اصحابِ عقبہ اولیٰ [مدینہ کے اولین مؤمنین جنہوں نے ۱۱ سنہ نبوی کو حج کے موقع پر اسلام قبول کیا] (۵) اصحابِ عقبہ ثانیہ [حج ۱۲ سنہ نبوی کے موقع پر ایمان لانے والے] (۶) اولین مہاجرین جنہوں نے قباء میں قیام کیا (۷) اہل بدر (۸) واقعات بدر و حدیبیہ کے درمیان ہجرت کرنے والے (۹) بیعت رضوان کے شرکاء (۱۰) واقعات حدیبیہ و فتح مکہ کے درمیان ہجرت کرنے والے (۱۱) فتح مکہ کے موقع پر اسلام لانے والے (۱۲) وہ بچے اور لڑکے جنہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ اور حجۃ الوداع وغیرہ کے موقع پر دیکھا۔

اہم مؤلفات:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تذکروں اور حالات پر مشتمل مشہور واہم کتب مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ اَلْاِسْتِیْعَاب فی اسمآءِ الاصحاب ابن عبدالبر رحمہ اللہ (م۴۶۳ھ)

جس میں ساڑھے تین ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کے حالات مذکور ہیں ۔بہت مفید کتاب ہے البتہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے باہمی مشاجرات کے بارے میں کمزور باتوں کو نقل کیا ہے۔

۲۔ اُسدُالْغَابَة فی معرفةِ الصَّحابة علی ابن اثیر رحمہ اللہ (م۶۳۰ھ)

تقریباًسات ہزار پانچ سوچالیس صحابہ رضی اللہ عنہم کے حالات پر مشتمل ہے۔

۳۔ اَلاِصابة فی تمیزِ الصَّحابة احمد بن علی ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (م۸۵۲ھ)

اس موضوع پر نہایت مشہور وجامع کتاب جس کی پہلی چھ جلدوں میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے اسماء ہیں جن کی تعداد (۷۷ ۱۹۴) ہے اور ساتویں میں کنیتوں کا ذکر ہے جو (۱۲۵۷) ہیں اور آٹھویں جلد میں (۱۵۴۵) صحابیات رضی اللہ عنہن کے حالات مذکور ہیں۔

۴۔ تجریدُ اَسماءِ الصحابه ابو عبداللہ علامہ ذہبی رحمہ اللہ (م۷۴۸ھ)

جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے صرف اسماء جمع کیے گئے ہیں۔

۵۔ عَینُ الاِصابة علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (م۹۱۱ھ)

یہ کتاب ابن حجر رحمہ اللہ کی کتاب کی تلخیص ہے۔

۶۔ معرفة من نزل من الصحابة سائر البلدان

ابوالحسن علی بن عبداللہ المدینی رحمہ اللہ (م۲۳۴ھ)

۷۔ کتاب المعرفۃ ابو محمد عبداللہ بن عیسیٰ مروزی رحمہ اللہ (م۲۹۳ھ)

۸۔ کتاب الصحابۃ محمد بن حبان ابو حاتم بستی رحمہ اللہ (م۲۵۴ھ)

۹۔ الریاض المستطابۃ فی جملہ من روی فی الصحیحین من الصحابۃ

ابو بکر عامر یمنی رحمہ اللہ (م۸۹۳ھ)

۱۰۔ دُر السحابۃ من دخل مصر من الصحابۃ سیوطی رحمہ اللہ

۱۱۔ البدر المنیر فی صحابۃ البشیر النذیر محمد قائم بن صالح سندی حنفی رحمہ اللہ

ان صحابہ رضی اللہ عنہم کا تذکرہ جن کی صحابیت کسی روایت یا کسی بھی اور ذریعہ سے معلوم ہونا ممکن ہو سکا ہے۔

مخضرمین:۔

جمع ہے **مُخضَرم** کی۔یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعینؒ کے درمیان ایک طبقہ ہے جنہوں نے زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام دونوں کو دیکھا ہے۔ویسے تو یہ طبقہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ہی میں اسلام لایا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کا شرف حاصل نہ ہو سکا جیسے نجاشی رحمہ اللہ ،اویس قرنی رحمہ اللہ وغیرہ۔یہ تعداد میں تقریباً چالیس (۴۰) اشخاص ہیں۔

اہم مؤلفات:

۱۔ تَذْكِرَةُ الطَّالِبُ الْمُعْلَم بِمَن يُقَالُ اَنَّهٗ مُخضَرَم

ابو اسحٰق ابراھیم بن محمد سبط ابن العجمی رحمہ اللہ (م۸۴۱ھ)

مذکورہ بالا کتاب مخضرمین پر لکھی گئی ہے۔

تابعین: تابعی کی جمع ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بحالت ایمان ملاقات ودید حاصل ہو اور بحالت ایمان وفات بھی ہوئی ہو۔

طبقات: تابعینِ کرامؒ کی تعدادِ طبقات میں بھی اختلاف ہے کسی نے تین کسی نے چار تو کسی نے پندرہ طبقات قرار دیئے ہیں۔

تین طبقات کے اعتبار سے تابعین کی اقسام کچھ یوں ہیں۔

(۱) **اکابر تابعین:** عموماً اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرنے والے۔

(۲) **متوسطین :** صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعینؒ دونوں سے روایت کرنے والے۔

(۳) **اصاغر تابعین:** اصاغر صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرنے والے۔

اہم مؤلفات:

تابعین کے حالات پر مشتمل مندرجہ ذیل کتب ہیں۔

۱۔	معرفۃ التابعین	ابوالامطرف الاندلسی رحمہ اللہ (م ۴۰۲ھ)
۲۔	طبقات التابعین	امام مسلم رحمہ اللہ (م ۲۶۱ھ)
۳۔	کتاب التابعین	ابن حبان رحمہ اللہ (م ۳۵۴ھ)

اَتباعِ تابعین: تبع تابعی کی جمع ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے بحالت ایمان تابعین سے ملاقات ودید کا شرف حاصل کیا ہو۔

اہم مؤلفات:

۱۔	اتباع التابعین	ابن حبان رحمہ اللہ
۲۔	تُباع تابعین	ابن حبان رحمہ اللہ

جو پندرہ پندرہ جلدوں پر مشتمل ہیں اتباع تابعین کے حالات اور تذکروں پر مشتمل کتب کے بارے میں علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے تدریب الراوی میں نقل کیا ہے کہ ان سے متعلق یہ اہم کتابیں ابن حبان رحمہ اللہ کی ہیں۔

صحیحین: صحیح بخاری اور صحیح مسلم کو صحیحین کہتے ہیں۔

متفق علیہ: وہ حدیث جس پر امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ دونوں کا اتفاق ہو یعنی دونوں کی شرائط پر پوری اترتی ہوں اس کو متفق علیہ کہتے ہیں۔ کل متفق علیہ احادیث "۲۳۱۶" ہیں۔

حدیث اور اقسام حدیث

تعریف حدیث: وہ قول، فعل یا تقریر جس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف ہو جائے۔

وضاحت: جو کچھ جناب رسول اللہ ﷺ نے زبان مبارک سے ارشاد فرمایا ہو اُسے قول اور جو عمل فرمایا ہو اُس کو فعل کہتے ہیں۔ تقریر کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کوئی کام کیا گیا یا کوئی بات کہی گئی اور نبی کریم ﷺ کو اس کا علم بھی ہوا ہو مگر آپ ﷺ نے اس سے منع نہیں فرمایا بلکہ خاموشی اختیار فرما کر ایک طرح سے اس کی تائید کے ذریعے اُسے برقرار رکھا ہو۔

خبر: یہ حدیث کے مترادف ہے یعنی دونوں کا معنٰی ایک ہی ہے۔

اثر: وہ اقوال وافعال جن کی نسبت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا تابعین رحمہم اللہ کی طرف ہو۔

وعند البعض: حدیث، خبر و اثر تمام ایک ہی چیز ہیں یعنی نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ تینوں کے اقوال، افعال اور تقریر پر حدیث، خبر و اثر تینوں کا اطلاق ہو سکتا ہے۔

علوم حدیث

علوم حدیث کے بارے میں علماء سے کئی اقسام نقل ہیں۔

حاکم نے پچاس ۵۰ ،امام نووی وابن صلاح رحمہ اللہ نے ٦۵ ،اور سیوطی رحمہ اللہ نے علم حدیث کے ۹۳علوم وفنون ذکر کئے ہیں۔ لیکن بنیادی اور اصولی طور پر علم حدیث کی دو بڑی اقسام ہیں۔

(۱)علم حدیث رِوَایتی (۲)علم حدیث دِرَایتی

علم حدیث رِوَایتی: یہ حدیث کا وہ علم ہے جس میں روایات کو سن کر حسب موقع ان کو محفوظ کر کے نقل کرنا ہو خواہ پھر ان روایات کا تعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ رضی اللہ عنہم یا تابعینؒ کے اقوال وافعال سے ہو یا اخلاقی وجسمانی احوال سے ہو۔ پھر ان روایات کی نقل چاہے یادداشت سے ہو یا کتابت و تحریر یعنی حدیث کی کسی کتاب سے ہو۔

مثلاً جیسے آج کل بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ وغیرہ کتب حدیث کی روایات کی نقل اور درس وتدریس کرنا۔

مُدَوِّن: علم حدیث روایتی کے سب سے پہلے مدون محمد بن مسلم بن شہاب زہری رحمہ اللہ (م۱۲۳ھ) ہیں۔

علم حدیث دِرَایتی: علم حدیث درایتی قوانین پر مشتمل وہ علم ہے جس کے ذریعے احادیث کی تحقیق کی جاتی ہے کہ یہ حدیث قابل عمل ہے یا نہیں۔ نیز اس علم کے ذریعے متنِ حدیث اور سندِ حدیث کی صحت، قوت، ضعف، حُسن، علو ونزول، انقطاع اور اتصال کی پہچان ہوتی ہے۔ راقم الحروف کا یہ رسالہ بھی خصوصاً علم حدیث کی اس دوسری قسم یعنی علم حدیث درایتی کے مباحث پر لکھا گیا ہے۔

مدون: علم حدیث درایتی کی تدوین سب سے پہلے ابو محمد حسن رَامہرمزی رحمہ اللہ (م۳٦۰ھ) نے کی ہے جنہوں نے "المُحَدِّثُ الفاصل بین الراوی والواعی" لکھی ہے۔

اہم مؤلفات:

اس فنِ علمِ حدیث درایتی (اصول حدیث) میں لکھی گئی اہم اور مشہور کتابیں مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ الکفایۃ فی علم الروایہ — ابو بکر احمد خطیب بغدادی رحمہ اللہ (م ۴۶۳ھ)

۲۔ اَلْاِلْمَاع اِلیٰ معرفۃ اصولِ الروایۃ وتقیید السِّماع

قاضی عیاض رحمہ اللہ (م ۵۴۴ھ)

۳۔ علوم الحدیث — ابن صلاح ابو عمرو عثمان شہر زوری رحمہ اللہ (م ۶۴۳ھ)

۴۔ التقریب والتیسیر لمعرفۃ سنن البشیر والنذیر

امام محی الدین یحییٰ نووی رحمہ اللہ (م ۶۷۶ھ)

۵۔ نظم الدُرَر فی علم الاثر (الفیۃ العراقی) — زین الدین عراقی (م ۸۰۶ھ)

۶۔ فتح المغیث فی شرح الفیۃ الحدیث

محمد بن عبد الرحمن سخاوی رحمہ اللہ (م ۹۰۲ھ)

۷۔ نُخْبَۃُ الفِکَر فی مصطلح اھل الاثر — ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (م ۸۵۲ھ)

[اس کی مشہور شرح نُزھۃ النظر ہے]

۸۔ تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی

جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (م ۹۱۱ھ)

۹۔ امعان النظر شرح نزھۃ النظر — قاضی محمد اکرم نصر پوری سندھی رحمہ اللہ

(گیارھویں صدی ہجری)

۱۰۔ اصول الحدیث علی مذہب الحنفیۃ

شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمہ اللہ (م ۱۴۰۲ھ)

۱۱۔ قواعد فی علوم الحدیث

مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی رحمہ اللہ (م ۱۳۶۲ھ)

[یہ دراصل إعلاء السنن کے اجزا میں سے پہلا جزء ہے]

۱۲۔ جواہر الاصول فی مصطلح احادیث الرسول

شیخ الحدیث مولانا عبد الرحمن مینوی رحمہ اللہ

۱۳۔ تیسیر مصطلح الحدیث — استاد محمود طحان (استاذ کلیۃ الشریعہ کویت)

۱۴۔ علوم الحدیث — مولانا محمد عبید اللہ الاسعدی الہندی رحمہ اللہ

۱۵۔ فیض المغیث — علامہ شیخ سید محمد حسین شاہ نیلوی رحمہ اللہ

۱۶۔ معرفت علوم حدیث — ابو سلمان ڈاکٹر مولانا سراج اسلام حنیف

۱۷۔ آثار الحدیث — علامہ خالد محمود

اقسامِ حدیث

حدیث کی بنیادی طور پر دو تقسیمات ہیں:

(۱) حدیث باعتبار مسند الیہ یعنی قائل حدیث (۲) حدیث باعتبار نقل وسند حدیث

مسند الیہ (یعنی کہ اس حدیث و خبر کا کہنے والا کون ہے) سو اس اعتبار سے حدیث کی دو قسمیں ہیں۔

(الف) حدیثِ قدسی (ب) حدیثِ نبوی ﷺ

حدیثِ قدسی: اس کو احادیث الٰہی اور آثار الٰہی بھی کہا جاتا ہے۔ یہ وہ حدیث ہے جو نبی کریم ﷺ کی زبان سے اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کر کے منقول ہو یعنی نبی کریم ﷺ کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ جیسے حذیفہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں:

يَا عِبَادِي إِنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِي وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوا (مسلم)

اہم مؤلفات:

وہ کتب جن میں احادیث قدسیہ جمع ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں۔

۱۔ اَلْاِتِّحَافَاتُ السَّنِّيَّةُ بِالْاَحَادِيْثِ الْقُدْسِيَّةِ

[دو سو احادیث کا بہترین مجموعہ] عبد الرؤف مناوی رحمہ اللہ (م ۱۰۳۱ھ)

۲۔ الاتحافات السنية فى الاحاديث القدسية

[۸۶۳ احادیث کا مجموعہ] محمد بن محمود طربزونی مدنی حنفی رحمہ اللہ (م ۱۲۰۰ھ)

۳۔ الاحاديث القدسية

[مرتب کردہ المجلس الاعلی للشؤون الاسلامیہ مصر، چار سو احادیث پر مشتمل ہے]

۴۔ الاحادیث القدسیۃ و مَنْزِ لَتُھَافِی التَّشْرِیْع شعبان محمد اسماعیل

۵۔ خطیرۃ التقدیس ۶۔ ذخیرۃ التانیس

نواب میر حسن علی خان مترجم مولانا محمد خلیل الرحمن برہانپوری رحمہ اللہ

۷۔ الاربعون القدسیۃ ملا علی قاری رحمہ اللہ (م ۱۰۱۴ھ)

۸۔ الھدایۃ السنّیۃ فی الاحادیث القدسیۃ

سحبان الہند مولانا احمد سعید رحمہ اللہ

[تقریباً نو سو احادیث قدسیہ پر مشتمل مختلف عنوانات پر لکھی گئی کتاب جو اُردو زبان میں ''خدا کی باتیں'' کے نام سے کراچی دارُ الاشاعت سے چھپی ہے]

قرآن اور حدیثِ قدسی میں فرق:

(۱) قرآن کے الفاظ اور معانی دونوں اللہ کی جانب سے ہوتے ہیں جبکہ حدیث قدسی کے معانی اللہ کی جانب سے اور الفاظ نبی کریم ﷺ کے ہوتے ہیں۔ لہٰذا قرآن مجید کی قراءت سے تو نماز ادا ہوتی ہے جبکہ حدیث قدسی کی قراءت سے نماز ادا نہیں ہوتی۔

(۲) قرآن کے ثبوت کے لیے تواتر شرط ہے جبکہ حدیث قدسی کے لیے تواتر شرط نہیں۔

(۳) قرآن کا نزول جبریلؑ کے واسطے سے ہی ہوا ہے جبکہ حدیث قدسی کے لیے یہ ضروری نہیں ، کبھی جبریلؑ کے واسطے سے ، کبھی الہام تو کبھی خواب اور کبھی وحی کے دوسرے ذرائع کے واسطے سے اور آپ کو اختیار ہوتا ہے کہ آپ جن الفاظ سے چاہیں اس کی تعبیر کریں۔

حدیثِ نبوی ﷺ: یہ وہ حدیث ہے جو نبی کریم ﷺ سے منقول ہو اور آپ ﷺ کی طرف نسبت کی گئی ہو، جیسے عام احادیث مبارکہ ۔ نقل و سند کے اعتبار سے بھی حدیث کی دو اقسام ہیں۔

(۱) خبر متواتر (۲) خبر واحد

خبرِ متواتر: وہ حدیث ہے جس کے روایت کرنے والے ہر زمانے (طبقہ) میں اس قدر زیادہ (جمع کثیر) ہوں کہ اُن سب کے جھوٹ پر اتفاق کر لینے کو عقلِ سلیم محال (ناممکن) سمجھے اور ہر طبقے میں کم از کم دس افراد نے اس کی روایت کی ہو۔

مثال: مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّءْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔

اس کو تقریباً ستر سے زیادہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے انہی الفاظ سے روایت کیا ہے۔ اسی طرح حدیث مسح علی الخفین اور حدیث حوضِ کوثر کو پچاس سے زائد صحابہ رضی اللہ عنہم نے نقل کیا ہے۔

حکم: حدیثِ متواتر علمِ قطعی و یقینی کی موجِب ہوتی ہے اس سے انکار کفر ہے۔ نیز حدیث متواتر کے راویوں کے حق میں بحث و تفتیش کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کیونکہ خبر متواتر سے حاصل شدہ علم "بدیہی و ضروری" ہوتا ہے۔

اقسام: حدیث متواتر کی پانچ اقسام ہیں:

(الف) متواتر لفظی (ب) متواتر معنوی (ج) متواتر عملی

(د) متواتر استدلالی (ھ) متواتر طبقہ۔

(الف) متواترِ لفظی: جس کے تمام راویوں کے الفاظ ایک ہی ہوں جیسے مسواک، پنج وقتہ نماز اور دیگر فرائض و شعائر اسلام۔

(ب) متواترِ معنوی: جس کے معنی متواتر ہوں الفاظ نہیں۔ جیسے دعا کے بارے میں احادیث میں مختلف مواقع پر ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے جس میں الگ الگ سب حد تواتر کو تو نہیں پہنچتیں لیکن ان میں قدر مشترک مفہوم اور حاصل متواتر ہے یعنی دعا میں ہاتھ اٹھانا۔ اس کو " متواتر قدر مشترک" بھی کہتے ہیں۔

(ج) متواتر عملی: جس پر ہر قرن وعہد کا ایک بڑا مجمع وجماعت عمل پیرا ہو۔ جیسے مسواک، نماز اور دیگر فرائض وشعائر پر نبی کریم ﷺ کے عہد سے لے کر آج تک نسل در نسل عمل ہوتا چلا آرہا ہے۔

(د) متواتر استدلالی: جس کے دلائل متواتر ہوں۔ جس کو شاطبی رحمہ اللہ نے "المستفاد من الاستقرار فی موارد الشریعۃ" کا عنوان دیا ہے۔

وضاحت: کسی چیز کے دلائل اتنی تعداد میں ہوں کہ ان کا مجموعہ اس کے حق میں قطعیت کا فائدہ دے۔ اس لیے کہ سب کا مدلول ایک ہو، البتہ بعض دلائل صراحت کے ساتھ اس امر کے مطلوب ہونے پر دلالت کریں بعض بالواسطہ، بعض میں کرنے والے کی مدح اور نہ کرنے والے کی مذمت جیسے نماز یا اجماع، خبر واحد اور قیاس کا شرعی حجت اور دلیل ہونا ایسے ہی دلائل سے ثابت ہے جو شمار میں لاتعداد اور مختلف مواقع پر مذکور ہیں لیکن وہ الگ الگ ظنی ہیں قطعی نہیں مگر ان کا حاصل ایک ہے۔

(ہ) متواتر طبقہ: وہ امر جس کو ایک نسل وطبقہ اپنے سے پہلی نسل وطبقہ سے نقل کرے۔ جیسے قرآن اور نماز وغیرہ جسے ہر بعد والی نسل وطبقہ ماقبل کی نسل وطبقہ سے نقل کرتے رہے ہیں۔

اہم مؤلفات:

وہ کتب جن میں احادیث متواتر جمع کی گئی ہیں مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ الفوائد المُتَکَاثِرۃ فی الاخبار المتواترۃ — علامہ سیوطی رحمہ اللہ

۲۔ الأزھار المتناثرۃ فی الاخبار المتواترۃ — علامہ سیوطی رحمہ اللہ

۳۔ قَطفُ الأزھار — علامہ سیوطی رحمہ اللہ

۴۔ نظم المتناثر من الحدیث المتواتر — ابو عبید اللہ محمد بن جعفر کتانی رحمہ اللہ

[یہ کتاب دراصل سیوطی رحمہ اللہ کی تالیف پر اضافہ ہے]

۵۔ اِتحافُ ذَوِی الفضائل المُشْتَهرة بِمَا وَقعَ مِنَ الزِّ یَادَاتِ فِی نظمِ المُتناثرِ علی الاَزهار المُتناثِرة ابوالفضل عبداللہ صدیق رحمہ اللہ

[یہ کتاب کتانی کی کتاب کی تلخیص اور کچھ اضافہ بھی ہے]

خبرِ واحد: وہ حدیث ہے جس کے راوی اس قدر زیادہ (جمع کثیر) نہ ہوں یعنی ہر طبقے میں کم از کم دس راویوں نے روایت نہ کی ہو بلکہ دس سے کم ہوں پھر خواہ یہ کمی ایک ہی طبقہ میں کیوں نہ ہو۔

حکم: ایسی احادیث (خبرِ آحاد) ظن غالب (گمانِ غالب) کے درجہ میں علم کا فائدہ دیتی ہیں۔اس طرح کی احادیث پر عمل و حصول. غور و فکر اور بحث و تفتیش پر موقوف ہوتا ہے۔اس لیے کہ خبر واحد سے حاصل ہونے والے علم کو ''علمِ نظری'' کہتے ہیں۔

تقسیمات

محدثین نے خبرِ واحد کی مندرجہ ذیل پانچ بڑی تقسیمیں بیان کی ہیں:

(۱) **خبرِ واحد باعتبار منتہیٰ الیہ** (انتہائے سند) کے اعتبار سے: کہ اس کی سند آخر میں کس پر جا کر رُکتی ہے۔

(۲) **خبر واحد عَدَدِ رُوَاۃ** (راویوں کی قلت و کثرت) کے اعتبار سے: کہ اس حدیث کو کتنے راویوں نے نقل کیا ہے۔

(۳) **خبر واحد قوت وضعف** (راویوں کی صفات) کے اعتبار سے: کہ یہ حدیث قابل حجت، قابل قبول ہے یا نہیں۔

(۴) **خبر واحد سُقُوط وعدمِ سقوط** (راویوں کے سقوط) کے اعتبار سے: کہ اس حدیث کی سند سے کوئی راوی گرا ہوا ہے یا نہیں۔

(۵) **خبر واحد صِیَغِ اَدَاء** کے اعتبار سے: کہ راوی کن الفاظ سے روایت نقل کرتا ہے۔

(٦) **باعتبار عمل**

(ا) خبر واحد کی منتہٰی سند کے اعتبار سے تین قسمیں ہیں:

(ا)مرفوع (ب)موقوف (ج)مقطوع

مرفوع: وہ حدیث جو رسول اللہ ﷺ سے مروی ہو یعنی جس میں نبی کریم ﷺ کے قول، فعل یا تقریر کا ذکر ہو۔(خواہ اُس کی سند مذکور ہو یا نہ ہو، ناقص ہو یا مکمل یعنی متصل ہو یا منقطع)

اقسام: مرفوع کی مندرجہ ذیل چار قسمیں بنتی ہے:

(الف) مرفوع قولی **(ب)** مرفوع فعلی **(ج)** مرفوع تقریری

(د) مرفوع وصفی [جس میں نبی ﷺ کے جسمانی یا روحانی واخلاقی اوصاف واحوال کا تذکرہ ہو]

موقوف: وہ حدیث جو کسی صحابی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہو یعنی جس حدیث کی انتہاء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تک ہو یا جس میں صحابی رضی اللہ عنہ کے قول، فعل یا تقریر کا ذکر ہو۔[خواہ سند ہو یا نہ ہو، سند پوری ہو یا ناقص]

مثلاً قَالَ عَلِیُّ بْنُ اَبِی طَالِب حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا یَعْرِفُوْنَ۔(بخاری)

اَمَّ اِبنُ عَبَاسٍ وَھُوَ مُتَیَمِّمٌ۔(بخاری)

اقسام: موقوف کی مندرجہ ذیل تین قسمیں ہیں۔

(الف) موقوفِ قولی **(ب)** موقوفِ فعلی **(ج)** موقوفِ تقریری

مقطوع: وہ حدیث جو کسی تابعی یا تبع تابعی کی طرف منسوب ہو یعنی جس حدیث کی انتہاء تابعینؒ یا تبع تابعینؒ حضرات پر ہو یا وہ حدیث جس میں ان حضرات کے اقوال، افعال یا تقریر کا ذکر ہو۔ مثلاً حسن بصری تابعی رحمہ اللہ کا قول: صَلِّ وَعَلَیْہِ بِدْعَتُہٗ (بخاری)

اقسام: حدیثِ مقطوع کی بھی تین اقسام ہیں:

(ا)مقطوعِ قولی (ب)مقطوعِ فعلی (ج)مقطوعِ تقریری

(۲) خبر واحد کی عددِ رُوَاۃ

(یعنی راویوں کی قلت و کثرت) کے اعتبار سے بھی تین قسمیں ہیں:

(الف) مشہور (ب) عزیز (ج) غریب

مشہور: مشہور کو مُستَفِیض بھی کہتے ہیں۔ یہ وہ حدیث ہے جس کے راوی ہر زمانہ (طبقے) میں تین یا تین سے زیادہ ہوں اور کسی بھی طبقہ میں راویوں کی تعداد کم از کم تین سے کم نہ ہوں بشرطیکہ راویوں کی یہ زیادتی دس تک نہ پہنچے۔

مثلاً مَنْ اَتَی الْجُمُعَۃَ فَلْیَغْتَسِلْ (صحیح)

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ (حسن)

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَنَتَ شَھْرًا یَدْعُو عَلٰی رَعْلٍ وَذَکْوَان (صحیحین)

اہم مؤلفات:

مشہور متعدد جامع اور اہم کتابیں یہ ہیں:

۱۔ اَلتَّذْکِرَۃ فِی الْاَحَادِیْثِ الْمُشْتَھِرَۃ بدرالدین زرکشی رحمہ اللہ (م ۷۹۴ھ)

۲۔ اَلْمَقَاصِدُ الْحَسَنَۃ فِیْمَا اشْتَھَرَ عَلَی الْاَلْسِنَۃ

محمد بن عبدالرحمن سخاوی رحمہ اللہ (م ۹۰۲ھ)

۳۔ کَشْفُ الْخِفَاءِ وَمُزِیْلُ الْاَلْبَاسِ فِیْمَا اشْتَھَرَ مِنَ الْحَدِیْثِ عَلٰی اَلْسِنَۃِ النَّاسِ اسماعیل بن محمد عجلونی رحمہ اللہ (م ۱۱۶۲ھ)

۴۔ تَمِیْزُ الطَّیِّبِ مِنَ الْخَبِیْث فِیْمَا یَدُوْرُ عَلٰی اَلْسِنَۃِ النَّاسِ مِنَ الْحَدِیْث

ابن زبیع شیبانی رحمہ اللہ (م ۹۴۴ھ)

عزیز: وہ حدیث جس کے راوی کسی بھی زمانے (طبقے) میں دو سے کم نہ ہوں۔ اگر اس کے باقی طبقات میں راوی دو سے زیادہ ہوں لیکن صرف ایک بھی طبقہ میں دو راوی ہوں تو ''عزیز'' کہلائے گا۔

مثلاً: لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔

وضاحت: یہ حدیث صحیحین میں انس رضی اللہ عنہ اور بخاری میں ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انس رضی اللہ عنہ سے قتادہ رحمہ اللہ اور عبدالعزیز بن صہیب رحمہ اللہ نے اور قتادہ رحمہ اللہ سے شُعبہ رحمہ اللہ اور سعید رحمہ اللہ نے اور عبدالعزیز رحمہ اللہ سے اسماعیل بن عُلَیَّہ اور عبدالوارث رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔ پھر ان میں سے ہر ایک سے ایک ایک جماعت نے روایت کی ہے۔

ڈ حدیثِ عزیز پر مستقل علیحدہ مؤلفات کا ادراک نہ ہو سکا۔

غریب یا فرد: وہ حدیث جس کا راوی، سلسلۂ حدیث یا سند میں صرف ایک آیا ہو خواہ ہر طبقہ میں ایک ہو یا کہیں نہ کہیں اکیلا ایک ہو۔ حدیثِ غریب کو ''فرد'' بھی کہتے ہیں۔

اقسام: غریب کی دو قسمیں ہیں:

(الف) غریبِ مطلق **(ب)** غریبِ نسبی

غریبِ مطلق: اِس کو فردِ مطلق بھی کہتے ہیں۔ یہ وہ حدیث ہے جس کی سند کے اولین طبقہ میں غرابت ہو۔ یعنی اولین طبقہ میں صرف ایک فرد نے روایت کیا ہو۔

ڈ اولین طبقہ سے مراد بعض کے نزدیک صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں جبکہ بعض کے نزدیک تابعینؒ ہیں۔

مثال: (الف) اَلْاِیْمَانُ سَبْعٌ وَسَبْعُوْنَ شُعْبَۃ ۔یہ حدیث ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے صرف ابو صالح رحمہ اللہ نے اور ابو صالح رحمہ اللہ سے صرف عبد اللہ بن دینار رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔

(ب) اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔اگر اولین طبقہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم مراد لیا جائے تو یہ حدیث صرف سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے روایت کرنے کی وجہ سے غریب ہے۔

غریبِ نسبی: اس کو فرد نسبی بھی کہتے ہیں۔یہ وہ حدیث ہے جس کے کسی طبقہ میں درمیانی غرابت ہو یعنی اولین طبقہ (صحابہ رضی اللہ عنہم یا تابعین رحمہم اللہ) میں تو اس کے راوی زائد ہوں مگر بعد کے طبقات میں چاہے ایک طبقہ ہی میں کیوں نہ ہو، صرف ایک فرد روایت کرے۔

مثال: مَالِکٌ عَنِ الزُّھْرِیْ عَنْ عَلِی رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم دَخَلَ مَکَّۃَ وَعَلٰی رَأْسِہِ الْمِغْفَرُ۔(صحیحین)

اس حدیث کو زہری رحمہ اللہ سے صرف امام مالک رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔

اہم مؤلفات:

(۱) غَرَائِبُ مالک — امام دار قطنی رحمہ اللہ (م ۳۸۵ھ)

(۲) اَلْاِفراد — امام دار قطنی رحمہ اللہ

(۳) اَلسُّنَنُ الَّتِیْ تَفَرَّدَ بِکُلِّ سُنَّۃٍ مِنْھَا اَھْلُ بَلْدَۃٍ — ابوداؤد سجستانی رحمہ اللہ (م ۲۷۵ھ)

(۴) مُسْنَدِ بزاز — ابو بکر بزاز رحمہ اللہ (م ۲۹۲ھ)

(۵) اَلْمُعْجَمُ الْاَوْسَط — سلیمان بن احمد طبرانی رحمہ اللہ (م ۳۲۰ھ)

[(۴) اور (۵) میں بھی احادیث غرائب بڑی تعداد میں مذکور ہیں]

پھر فرد نسبی کی دو قسمیں ہیں: (الف) متابع (ب) شاھد

متابع: یہ وہ فردِ نسبی ہے جس کو اس کے رُوات، لفظ و معنی دونوں یا صرف معنی میں کسی دوسری حدیث کے موافق ایک ہی صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت کریں۔

شاھد: وہ حدیث جس کو اس کے رواۃ ،لفظ و معنی دونوں یا صرف معنی میں کسی دوسری حدیث کے موافق ایک سے زائد صحابہ رضی اللہ عنہم سے نقل کریں۔

اس عمل کو ''اعتبار'' بھی کہتے ہیں۔یعنی کسی حدیث کے سامنے آنے پر اس کی حیثیت کو معلوم کرنے کے لیے دوسری احادیث پر غور کرنا، کہ اس کو کسی دوسرے راوی نے روایت کیا ہے یا نہیں؟ پھر اگر کسی دوسرے نے روایت کیا ہے تو اس کی نوعیت کیا ہے دونوں روایات موافق ہیں یا مخالف؟اچھا! اگر موافق ہیں تو لفظی موافقت ہے یا معنوی؟ نیز یہ کہ دونوں کی روایت ایک ہی صحابی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے یا ایک سے زائد سے ؟اگر مخالف ہے تو دونوں کے راویوں میں باہم کیا نسبت ہے کہ جس کی وجہ سے کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح ہو؟

اگر تحقیق سے معلوم ہو کہ اس حدیث کو کسی دوسرے نے روایت نہیں کیا ہے تو وہ حدیث ''فرد و غریب'' کہلاتی ہے۔اگر مخالفت کے ساتھ روایت کی ہے تو اسکی وہ تفصیلات ہو نگی جو آپ ''شاذ و منکر'' کے تحت ملاحظہ کر سکیں گے۔اور اگر کسی دوسرے نے موافقت کے ساتھ روایت کیا ہے تو حسبِ تفصیل دوسری حدیث کو''متابع''اور''شاہد''کہتے ہیں۔متابع اور شاہد اس دوسری حدیث کو کہتے ہیں جو پہلی روایت کے موافق ہوتی ہے اسی وجہ سے دونوں کے درمیان فرق کے باوجود ایک سے دوسرے کو مراد لیا جاتا ہے اور یہ موافقت کی کیفیت ''متابعت'' کہلاتی ہے۔

متابعت: کسی راوی کا دوسرے کے ساتھ کسی حدیث کی روایت میں شریک ہونا پھر اگر آغازِ سند سے اخیر تک موافقت ہو یعنی دوسرے راوی کے شیخ سے لے کر اخیر تک موافقت ہو تو ''**متابعت تامّہ**'' کہلاتی ہے۔اور اگر درمیانِ سند سے اخیر سند تک یعنی دوسرے راوی کے شیخ الشیخ یا اور اوپر چل کر موافقت ہو تو ''**متابعتِ قاصرہ**'' کہلاتی ہے۔

امثلہ: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ایک ہی حدیث کے متعدد طرق کو جمع کر کے سب کی مثالیں پیش کی ہیں، امام شافعی رحمہ اللہ نے ''کتاب الأم'' میں امام مالک رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہوئے بواسطہ عبداللہ بن دینار، ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث ذکر کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اَلشَّھْرُ تِسْعٌ وَّ عِشْرُوْنَ فَلَا تَصُوْمُوْا حَتّٰی تَرَوُا الْھِلَالَ وَلَا تُفْطِرُوْ ا حَتّٰی تَرَوْہُ فَاِنْ غُمَّ عَلَیْکُمْ فَاَکْمِلُوْا الْعِدَّۃَ ثَلَاثِیْنَ۔**

''مہینہ ۲۹ دن کا ہوتا ہے، لہٰذا جب تک چاند نہ دیکھ لو روزہ مت رکھو، اور نہ روزہ ختم کرو جب تک کہ چاند نہ دیکھ لو، اور اگر چاند نہ دیکھ پاؤ تو تیس (۳۰) کا عدد پورا کر لیا کرو''۔ اس روایت کے آخری کلمات سے متعلق بحث ہے، بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہ الفاظ صرف امام شافعی رحمہ اللہ نے ذکر کیے ہیں اور امام مالک رحمہ اللہ کے دوسرے شاگردوں نے اسی سند سے یہ الفاظ ذکر کیے ہیں ''**فَاِنْ غُمَّ عَلَیْکُمْ فَاقْدِرُوْالَہٗ**'' [یعنی اندازہ لگالیا کرو] لیکن ''اعتبار'' کا طریقہ اپنایا گیا تو معلوم ہوا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کی روایت کا ''متابع'' [متابعت کی دونوں اقسام اور] ''شاہد'' سمیت موجود ہے۔

(الف) متابعتِ تامہ: صحیح بخاری کی روایت بواسطہ عبداللہ بن مسلمہ قعنبی، امام مالک رحمہ اللہ سے اسی سند کے ساتھ بعینہ انھیں الفاظ یعنی ''**فَاَکْمِلُوْا الْعِدَّۃَ ثَلَاثِیْنَ**'' کے ساتھ ہے۔ اس میں دوسرے راوی عُبداللہ بن مسلمہ کا اپنے شیخ واستاذ امام مالک رحمہ اللہ پر امام شافعی رحمہ اللہ کے ساتھ موافقت ہوگئی ہے۔ وہی امام مالک رحمہ اللہ جو اس راوی عبداللہ بن مسلمہ کے ساتھ ساتھ خود امام شافعی رحمہ اللہ کے بھی استاد ہیں۔

(ب) متابعتِ قاصرہ: ابن خزیمہ کی روایت جو بطریق عاصم بن محمد عن ابیہ محمد بن زید عن جدہ عبداللہ بن عمر ہے، اس میں ''**کَمِّلُوْا ثَلَاثِیْنَ**'' کے الفاظ ہیں جبکہ ''**اَکْمِلُوْا الْعِدَّۃَ ثَلَاثِیْنَ**'' اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے، اس میں موافقت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ پر ہوئی ہے۔

(ج) شاھد: نسائی کی روایت بواسطہ محمد بن حنین، ابن عباس رضی اللہ عنہ سے، کہ اس میں ''**اَکْمِلُوْا الْعِدَّۃَ ثَلَاثِیْنَ**'' کے الفاظ ہیں جبکہ اس روایت میں راوی ابن عمر رضی اللہ عنہ کی بجائے دوسرے صحابی یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں، اس لیے یہ روایت ''متابع'' نہیں بلکہ ''شاہد'' ہے۔

(۳) خبر واحد کی قوت وضعف (راویوں کی صفات)

یاقابل حجت ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں:

(الف)مقبول (ب)مردود(غیر مقبول)

مقبول: وہ حدیث جو قابل عمل ہو اور جس کا ثبوت راجح ہو،اسے شرعی احکام میں دلیل بنایا جاسکتاہے۔اس کی مندرجہ ذیل چھ اقسام ہیں:

(الف) صَحِیح لِذَاتِہٖ (ب) حَسَن لِذَاتِہٖ (ج) صَحِیح لِغَیرِہٖ

(د) حَسَن لِغَیرِہٖ (ﮪ) مَعْرُوف (و) مَحْفُوظ

صحیح لذاتہ: سند متصل کے ساتھ بیان کردہ وہ روایت جو مُعَلَّل وشاذ ہونے سے محفوظ ہو اور جس کے تمام راوی عادل اور کامل الحفظ والضّبط ہوں۔

شرائط: صحیح لذاتہ کی مندرجہ ذیل پانچ شرائط ہیں:

اتصالِ سند: شروع سے آخر تک ہر راوی کا اپنے اوپر والے راوی سے براہ راست روایت کرنا۔

عدالتِ رُوَات: ہر راوی کا مسلمان، بالغ وعاقل ہونے کے ساتھ ساتھ متقی وباوقار ہونا۔

ضبطِ رواۃ: ہر راوی کا حدیث کو حاصل کرنے کے بعد اسے محفوظ رکھنے کا پورا اہتمام کرنا خواہ یادداشت کے ذریعے ہو یا تحریر کے ذریعے.

عدمِ شُذُوذ: ثقہ راوی کا اپنے سے فائق (اعلیٰ) کی مخالفت نہ کرنا۔

عدمِ علت: ظاہری حجت کے ساتھ ساتھ ایسے مخفی عیب سے خالی ہونا جو صحت پر اثر انداز ہو۔ جیسے اگر کوئی راوی وہم سے کچھ تغیر وتبدل کردے۔

مثال: حَدَّثَنَا عبدُاللّٰہِ بن یوسف قال اَخْبَرَنَامَالک عَن ابن شہاب عن محمد بن جبیر بن مطعم عن اَبِیْہِ قال سَمِعْتُ رسولَ اللّٰہِ ﷺ قَرَءَ فِی الْمَغْرِبِ بِالطُّوْر (بخاری کتاب الاذان)

یہ حدیث صحیح ہے اس لیے کہ اس کی سند متصل ہے رواۃ عادل وضابط ہیں اور حدیث شذوذ وعلت سے خالی ہے۔

حسن لذاتہ: شذوذ وعلت کے بغیر سندِ متصل کے ساتھ بیان کردہ وہ روایت جس کے تمام راوی عادل ہوں مگر کامل الحفظ نہ ہوں (ان میں کوئی راوی کمزور حافظہ والا بھی ہو) یعنی ضبطِ ناقص کے علاوہ صحیح لذاتہ کی باقی تمام شرائط اس روایت میں موجود ہوں۔

مثال: حدثنا قُتیبَۃ حدثنا جعفر بن سلیمان الضبعی عن ابی عمران الجونی عن ابی بکر بن ابی موسیٰ الاشعری قال سَمِعْتُ اَبِیْ بِحَضْرَۃِ الْعَدُوِّ وَیَقُوْلُ قال رسولُ للّٰہِ ﷺ اِنَّ اَبْوَابَ الْجَنَّۃِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوْفِ۔ (ترمذی: ابواب فضائل الجہاد)

یہ حدیث حسن اس لئے ہے کہ اس کی سند کے چاروں رواۃ ثقہ ہیں سوائے جعفر بن سلیمان ضبعی رحمہ اللہ کے، کہ ان کا مرتبہ ضبط میں کم ہے اس لیے حدیث کا مرتبہ صحیح سے گھٹ کر حسن کا قرار پایا ہے۔

حکم ومرتبہ: قوت میں صحیح سے کمتر لیکن شرعاً حجت ودلیل ہونے میں صحیح کی مانند ہے۔

صحیح لغیرہ: اُس حدیث حسن لذاتہ کو کہا جاتا ہے جو کئی طُرق سے مروی ہو [جس کی سندیں متعدد ہوں خواہ وہ دوسری طریق بھی اسی کی مانند ہو یا اس سے اقویٰ ہو]

مثال: عَن اُبَیّ بن العباس بن ابی سعد عَن اَبِیہ عَن جدّہٖ فِیْ ذِکْرِ خَیْلِ النَّبِیِ ﷺ

(بخاری)

اس حدیث کے راویوں میں سے اُبی کو امام احمد رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے جبکہ ابن معین رحمہ اللہ اور نسائی رحمہ اللہ نے اُس کی قوت حفظ کی خرابی و کمزوری کی بنا پر تضعیف کی ہے اس لیے اس کی حدیث حسن ہے۔ لیکن چونکہ اسی حدیث کو ان کے بھائی عبد المہیمن نے بھی روایت کیا ہے اس لیے یہ حدیث صحیح لغیرہٖ قرار پائی۔

حکم و مرتبہ: صحیح لذاتہ سے کمتر اور حسن لذاتہ سے اُوپر ہے لہٰذا قابل حجت اور لائق عمل ہے۔ اس پر صحت کا حکم دوسری سند و حدیث کے احوال کی وجہ سے لگتا ہے خود اس کے اپنے احوال کی وجہ سے نہیں۔

حسن لغیرہٖ: اُس ادنیٰ درجہ کی ضعیف حدیث کو کہا جاتا ہے جس کی سندیں متعدد ہوں اور کثرت طُرق کی وجہ سے قابل حجت ہو اور اس ضعف کا سبب سوء حفظ (یادداشت کی خرابی یا کمزوری) یا انقطاع (رواۃ کا عدمِ اتصال) یا جہالت ہو۔

مثال: عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرِ بن رَبِيْعة عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ امْرَاَةً مِنْ بَنِىْ فَزَارَةَ تَزَوَّجَتْ عَلٰى نَعْلَيْنِ۔ قَالَ التِّرْمِذِىُّ وَفِى الْبَابِ عَنْ عُمَرَ وَاَبِىْ هُرِيْرَةَ وَعَائِشَةَ وَاَبِىْ حدُوْدٍ۔ (ترمذی)

اس حدیث کے رواۃ میں سے عاصم سوء حفظ کی وجہ سے ضعیف ہے لیکن دوسرے طرق سے اس حدیث کے مروی ہونے کی بنا پر ترمذی نے اس کی تحسین کی ہے۔

حکم و مرتبہ: حسن لغیرہٖ کا مرتبہ حسن لذاتہ سے کمتر اور خالص (بالکل) ضعیف حدیث سے درجے میں اُوپر ہے اس لیے مقبول و لائق احتجاج ہے۔

احادیثِ حسان پر مستقل جامع کتاب تالیف نہیں کی گئی البتہ جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سننِ دار قطنی میں بکثرت احادیثِ حسان ذکر ہیں۔

فائدہ: محدثین صحت و حُسن کے بارے میں مندرجہ ذیل الفاظ مختلف تعبیرات و مراتب کے فرق کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔

(۱) ھذا حَدِیْثٌ صَحِیْحُ الْاِسْنَادِ ،حدیثٌ صحیحٌ کے الفاظ سے کمتر ہے۔
(۲) ھذا حَدِیثٌ حَسَنُ الْاسناد، حَدِیْثٌ حَسَنٌ سے کمتر ہے۔

یہ فرق اس لیے ہے کہ کبھی سند تو صحت یا حُسن کے درجہ میں معتمد ہوتی ہے مگر متن کسی وجہ سے مجروح ہوتا ہے اور کبھی اس کا عکس۔لہٰذا جب محدث ''حدیث صحیح'' کہتا ہے تو صحت کی پانچوں شرائط کے تحقیق کی ذمہ داری لے لیتا ہے۔ایسے ہی ''حدیثِ حسن'' کے کہنے سے بھی وہ یہی ذمہ داری لیتا ہے لیکن اس صورت میں وہ راوی کے ضبط کی کمزوری کو ظاہر کرتا ہے اور جب اسناد کی قید لگاتا ہے تو محض تین صفات (اتصالِ سند، عدالت، ضبطِ رُوات) جن کا تعلق سند سے ہے، کی ذمہ داری لیتا ہے۔

ڈ ترمذی اور بعض محدثین کا طریقہ یہ ہے کہ حدیث کا حکم بیان کرنے میں حَسَن اور صحیح دونوں قسم احادیث کو بہت مواقع پر جمع کر دیا کرتے ہیں کہ ''ھذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ'' جبکہ اصطلاحًا دونوں میں فرق ہے ابن حجر رحمہ اللہ اور سیوطی رحمہ اللہ کے قول کے مطابق اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ حدیث کی دو یا زائد اسناد ہوں تو یہ حدیث ایک سند کے اعتبار سے حسن اور دوسری کے اعتبار سے صحیح ہے۔

ڈ امام بغوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''مصابیح السنة'' جس کا نام خطیب تبریزی رحمہ اللہ نے اپنے اضافہ وتہذیب کے بعد ''مشکوٰۃ المصابیح'' تجویز کیا ہے اس میں وہ صحیح سے صحیحین اور حَسَن سے سنن اربعہ وغیرہ کی روایات مراد لیتے ہیں۔ (قاله ابن الصلاح والنووی وکذا فی التدریب)

معروف: یہ وہ حدیث ہے جس میں ثقہ راوی ضعیف کے مقابلے میں روایت کرے یعنی معروف منکر کے مقابل ہے۔

محفوظ: یہ وہ حدیث ہے کہ اوثق راوی ثقہ کے مقابلے میں روایت کرے یعنی محفوظ وہ حدیث ہے جو شاذ نہ ہو۔

حکم: معروف ومحفوظ دونوں مقبول ہیں جبکہ منکر اور شاذ، مردود ہیں۔

مردود یعنی غیر مقبول[ضعیف]

وہ حدیث جو مقبول کی اقسام میں سے نہ ہو (لَيْسَ فِيهِ شَرَائِطُ الصَّحِيحِ وَالْحَسَنِ يُقَالُ لَهُ ضَعِيفٌ)یعنی مردود قابل عمل اور لائق حجت نہیں ہے کیونکہ اس میں قبولیت کی شرائط میں سے ایک یا چند یا تمام شرائط نہیں پائے جاتے۔اسی وجہ سے راجح نہیں۔مردود کو ضعیف بھی کہتے ہیں۔

تقسیم: حدیث کے مردود ہونے کے بنیادی طور پر دو بڑے اسباب ہیں(سَبَبَيْنِ رَئِيْسَيْنِ)

(۱) طَعَنْ فِي الرَّاوِي (۲) سَقْط مِنَ الْاِسْنَاد

طعن فی الراوی: یہ وہ حدیث ہے جس کے راوی کی عدالت یعنی دین و کردار اور ضبط وحفظ کے حق میں کلام کیا جائے اوران میں سے کسی وجہ سے اس راوی کو مجروح قرار دیا جائے۔

اقسام: طعن فی الراوی کے دوانواع ہیں:

(ا)طَعَنْ فِي الْعَدَالَة (ب)طَعَنْ فِي الضَّبْط

اسبابِ طعن کل دس ہیں۔پانچ طعن فی العدالت کے اور پانچ طعن فی الضبط کے ہیں،جو کہ درج ذیل ہیں:

(الف) طعن فی العدالۃ: اگر طعن فی العدالۃ ہو تو پھر اس کے مندرجہ ذیل اجزاء اور اسباب ہیں:

(۱)اَلْكِذْب [يُقَالُ لَهُ مَوْضُوعٌ] (۲) اَلتُّهْمَةُ بِالْكِذْب[يُقَالُ لَهُ مَتْرُوكٌ]

(۳) فِسْق (۴) بِدْعَة [يقال لهما مُنْكَرٌ]

(۵) جهَالَتِ راوِیٔ [يقال له ضعيف]

موضوع: وہ حدیث جس کا راوی کذاب ہو اور من گھڑت حدیثیں بیان کرنے والا ہو۔[جس راوی پر حدیث میں جھوٹ بولنے کا طعن موجود ہو یعنی وَضَّاع ہو]

مرتبہ وحکم: موضوع،احادیثِ ضعیف کی بدترین قسم ہے۔اگرکسی راوی کی بابت ایک مرتبہ بھی وضع کا ثبوت مل جائے تو پوری زندگی اس کی روایت مقبول نہ ہوگی حتی کہ اگرتوبہ کرلے تب بھی اُس کے بارے میں وہی حکم ہوگا۔

متروک: وہ حدیث جس کا راوی عام گفتگو میں غلط بیانی کرتا ہو یعنی **مُتَّھَمْ بِالْکِذْب** ہو اگرچہ حدیث کے نقل کرنے میں محتاط ہی کیوں نہ ہو۔یا وہ روایت جو **قَوَاعِدِ مَعْلُوْمَہ مَشْھُوْرَہ فِی الدِّیْن** کے مخالف ہو۔

مثال: عمروبن شمر جعفی کوفی شیعی کی روایت **عن جابر عن ابی الطفیل عن علی وعمار قالا کان النبی ﷺ**۔

ڈ اس کے راوی عمروبن شمر کے متعلق نسائی اور دار قطنی وغیرہ کا بیان ہے کہ یہ متروک الحدیث ہے[اس کی حدیث جھوٹ کی تہمت کی بناپر قبول نہیں کی جائے گی] (میزان الاعتدال ۲۶۸/۳)

حکم ومرتبہ: حدیث متروک کا درجہ موضوع کے بعد ہے۔ایسی حدیث قبول نہیں کی جائے گی الآیہ کہ ایسا راوی اپنی اس حرکت سے توبہ کرلے۔

منکر: وہ حدیث جس کا کوئی راوی **فَحْشُ الْغَلَطْ** یاغفلت یافسق یابدعت کے ساتھ متصف ہو یا وہ حدیث ہے جس کو وہ ضعیف راوی روایت کرے جو ثقہ راویوں کی مخالفت کرنے والا ہو۔ [ضعیف راوی جماعتِ ثِقات کے مخالف روایت کرے]

مثال: (۱) نسائی اور ابن ماجہ کی روایت جو ابو زکیر یحییٰ بن محمد بن قیس سے بواسطہ ہشام بن عروہ عن ابیہ عن عائشہ رضی اللہ عنہا مرفوعاً مروی ہے کہ "کچی کھجوروں کو خشک کھجوروں کے ساتھ ملا کر کھایا کرو اس لیے کہ جب کوئی انسان اس طرح کھاتا ہے تو شیطان کو غصہ آتا ہے"۔

امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے اس لیے کہ یہ صرف ابو زکیر سے مروی ہے جو اگرچہ صالح شخص ہیں مگر اس درجہ کے نہیں کہ ان کا تفرد قابل قبول ہو بلکہ بعض آئمہ نے تو ان کو ضعیف اور غیر لائق احتجاج قرار دیا ہے۔

حکم: منکر، مردود ہے اور اس کا مقابل حدیث معروف مقبول ہے۔

(ب) طعن فی الضبط: طعن فی الضبط کے مندرجہ ذیل اجزاء ہیں:

(۱) فَحْشُ الْغَلَطِ [زبانی اغلاط]

(۲) اَلْغَفْلَةَ [غفلت کی شدت] يُقَالُ لَهُمَا الْمُنْكَر

(۳) سُوْءُ الْحِفْظ [یادداشت کی خرابی] يُقَالُ لَهٗ مُخْتَلَط

(۴) كَثْرَتُ الاَوْهَام [يقال له مُعَلَّلٌ] (۵) مُخَالَفَةُ الثِّقَات (شاذ)

فائدہ: طعن فی العدالت میں منکر، منکر فی العدالۃ کی اور طعن فی الضبط میں مذکور منکر، منکر فی الضبط کی مثال ہے۔

حدیثِ مختلط: وہ حدیث جس کا کوئی راوی سوءِ حفظ (یادداشت کی خرابی) کے وصف سے متصف ہو یعنی راوی سَيِّئُ الْحِفْظ ہو۔ پھر اس حافظے کی خرابی کی بھی دو اقسام ہیں:

(۱) سوءِ حفظ لازمی: یعنی جو آغازِ زندگی سے راوی کو لاحق ہو: بعض حضرات اس کو شاذ کہتے ہیں۔

(۲) سوءِ حفظ عارضی وطاری: جو بعد میں بڑھاپے یا بینائی کے چلے جانے یا کتابوں اور مسودات کے جل جانے سے لاحق ہو گیا ہو۔ ایسی حدیث کو مختلط کہتے ہیں۔

حکم: سوءِ حفظ لازمی والے کی روایت مردود ہے جبکہ سوءِ حفظ عارضی والے کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ وہ روایات جن کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ یہ اس کیفیت سے پہلے کی ہیں تو وہ مقبول ہیں اور بعد کی مردود ہیں۔ جبکہ وہ روایات جن کے متعلق معلوم نہیں کہ یہ پہلے کی ہیں یا بعد کی، تو ان روایات کے بارے میں توقف کیا جائے گا۔

مثال: ترمذی کی روایت ہے: **یزید بن ہارون عن المسعودی عن زیاد قال صَلّٰی بِنَا الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ فَلَمَّا صَلّٰی رَكْعَتَيْنِ قَامَ وَلَمْ يَجْلِسْ فَسَبَّحَ مِنْ خَلْفِهٖ فَاَشَارَ اِلَيْهِمْ اَنْ قُوْمُوْا فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهٖ سَلَّمَ وَسَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ وَسَلَّمَ وَقَالَ هٰكَذَا صَنَعَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ۔**

ڈ اس روایت میں مسعودی عبدالرحمن کے متعلق اختلاط (سیئ حفظ) کی تصریح کی گئی ہے اور یہ کہ یزید نے ان سے اختلاط کے بعد سنا تھا۔ لیکن یہ روایت متعدد طُرق سے مروی ہے اس لیے اس کی تحسین کی گئی ہے۔

مُعَلَّل: وہ حدیث جس کا راوی وہمی ہو اور متن وسند کو صحیح طرح بیان نہ کرسکے بلکہ تبدیلی کردے۔ یا وہ حدیث جو بظاہر بے عیب ہو مگر اس کے اندر کسی ایسے عیب (خفیہ علت) کا علم ہو جائے جو اس کی صحت کو مجروح قرار دے یعنی صحتِ حدیث کو نقصان دیتی ہو۔

ڈ ایسے عیب کو محدثین علت کہتے ہیں اور اس کو معلوم کرنا ماہر فن ہی کا کام ہے ہر کسی کا نہیں۔

مثال: یَعْلٰی بن عبید کی حدیث جو سفیان ثوری رحمہ اللہ سے بواسطہ عمرو بن دینار ابن عمر سے مرفوعاً مروی ہے کہ **اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ** ۔اس میں یعلیٰ کو سفیان کے شیخ کے بارے میں وہم ہو گیا اور انہوں نے عبداللہ بن دینار کی جگہ عمرو بن دینار کا نام لیا ہے۔ اور چونکہ دونوں ثقہ ہیں اس لیے اگرچہ سند اس غلطی کی وجہ سے مجروح ہے لیکن متن مقبول و معتبر ہے اس لیے کہ اصل ثقہ کی جگہ فقط دوسرے ثقہ کا ہی نام لیا گیا ہے۔

اہم مؤلفات:

اس فن کی اہم کتب یہ ہیں:

(۱) کتاب العلل	ابن مدینی رحمہ اللہ (م ۲۳۴ھ)
(۲) عِلَلُ الحدیث	ابن ابی حاتم رحمہ اللہ (م ۳۲۷ھ)
(۳) اَلْعِلَلُ وَمَعْرِفَةُ الرجال	امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (م ۲۴۱ھ)
(۴) العللُ الکبیر والعللُ الصغیر	امام ترمذی رحمہ اللہ (م ۲۷۰ھ)
(۵) کِتابُ العلل	خلاّل رحمہ اللہ کی کتاب (م ۳۱۱ھ)
(۶) العللُ الوَارِدَةُ فِیْ الاحادیثِ النَّبَوِیَّة	دار قطنی رحمہ اللہ (م ۳۸۵ھ)

یہ اس فن میں سب سے جامع اور وسیع کتابیں ہیں۔

مخالفۃ الثقات: یعنی معتمد و معتبر راویانِ حدیث کی مخالفت۔

پھر اس کی مختلف صورتیں ہیں جن کے پیشِ نظر اس کے تحت مندرجہ ذیل سات اقسام نکلتی ہیں۔

(الف) مُدْرَجُ (ب) مَقْلُوب (ج) مُضْطَرِب

(د) مُصَحَّفُ وَمُحَرَّفُ (ھ) اَلْمَزِیْدُ فِیْ مُتَّصِلِ الْاَسَانِیْد (و) شاذ

مُدرج: اگر مخالفت کی صورت یہ ہو کہ راوی اپنی طرف سے حدیث کے سند یا متن میں اضافہ اور اپنے ذاتی رائے کی دخل اندازی کرے یعنی راوی کسی جگہ اپنا کلام درج کردے تو اس کو ""مدرج"" کہتے ہیں۔ پھر اگر یہ اندراج سند میں ہو تو مدرج الِاسناد اور اگر متن میں ہو تو مدرج المتن کہلاتا ہے۔

مثال: (۱) ترمذی کی حدیث: عَنْ بُنْدَارِ عَنِ ابْنِ مَھْدِیٍ عن سفیان الثوری رحمہ اللہ عن وَاصِل ومنصور والاَعْمَش عن اَبِی وائِل عن عمر وبن شَرَحْبِیْل عن عبدِالله ۔الحدیث۔

ڈ اصل میں ان میں سے واصل نے ابو وائل سے نقل کیا ہے اور عبداللہ کے درمیان عمرو بن شرحبیل کا واسطہ بیان نہیں کیا۔ باقی دو منصور اور اعمش نے اس واسطے کا ذکر کیا ہے۔ جبکہ روایت کرنے والوں نے تینوں سے بالاتفاق عمرو بن شرحبیل کا واسطہ ہونا نقل کیا ہے۔

(۲) ابو قطن وشبابہ سے بواسطہ شعبة عن محمد بن زیاد عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ اَسۡبِغُوا الۡوُضُوۡءَ وَیۡلٌ لِلۡاَعۡقَابِ مِنَ النَّارِ۔ نقل ہے۔

ڈ اس روایت میں اَسۡبِغُوا الۡوُضُوۡءَ کا ٹکڑا مدرج ہے جو کہ ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے۔ اس لیے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے بواسطہ آدم، شعبہ سے اسی سند سے حدیث کو یوں نقل کیا ہے: اسبغوا الوضوء قَالَ اَبُو الۡقَاسِمِ ﷺ ویل للاعقاب من النار۔

ڈ خطیب کا بیان ہے کہ ابو قطن وشبابہ کو وہم ہو گیا کہ انہوں نے اس ٹکڑے کو بھی بطور حدیث نقل کر دیا حالانکہ آدم کے علاوہ دوسروں نے بھی شعبہ سے آدم کے انہی الفاظ کے ساتھ روایت نقل کی ہے۔

(۳) اسی طرح ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث آغازِ وحی کے بارے میں ہے کہ:

كَانَ النَّبِیُّ ﷺ يَتَحَنَّثُ فِیۡ غَارِ حِرَاءٍ وَهُوَ التَّعَبُّدُ اللَّيَالِی ذَوَاتِ الۡعَدَدِ۔

ڈ اس میں "ھو التعبد" امام زہری رحمہ اللہ کا ادراج ہے جس سے تحنث کی تشریح مقصود ہے۔

حکم: تمام محدثین وفقہاء کے قول کے مطابق صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد کسی کے لیے بھی ادراج حرام ہے البتہ اگر کسی نامانوس لفظ کی شرح مقصود ہو تو جائز ہے۔

اہم مؤلفات:

(۱) اَلۡفَصۡلُ لِلۡوَصۡلِ الۡمُدۡرَجِ فِی النَّقۡلِ خطیب بغدادی رحمہ اللہ

(۲) تَقۡرِیۡبُ الۡمَنۡهَجِ بِتَرۡتِيۡبِ الۡمُدۡرَجِ ابن حجر رحمہ اللہ

[یہ خطیب کی کتاب کی تلخیص مع اضافہ ہے]

مقلوب: اگراختلاف کی صورت یہ ہو کہ راوی حدیث کی سند یا متن میں تقدیم وتاخیر کے ذریعے رد وبدل کرے یعنی مقدم کو مؤخر اور مؤخر کو مقدم کرے تو اس کو"مقلوب" کہتے ہیں۔

جس حدیث کے متن میں تقدیم وتاخیر ہو تو مقلوب المتن اور اگر سند میں تقدیم وتاخیر ہو تو مقلوب السند ہو گا۔

مثال: (۱) جیسے امام مسلم رحمہ اللہ کی ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ سے نقل کردہ حدیث میں ہے: رَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفَاهَا حَتّٰى لَاتَعْلَمَ يَمِيْنُهٗ مَاتُنْفِقُ شِمَالُهٗ۔

اس میں کسی راوی کے ذریعے آخری ٹکڑے میں قلب ہو گیا ہے۔ صحیح یوں ہے:

حَتّٰى لَاتَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَاتُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ

(۲) سند میں تقدیم وتاخیر جیسے کعب بن مرہ کو مرہ بن کعب کردینا۔ یا دو یا چند احادیث میں سے کسی ایک کی سند کو کسی دوسری حدیث کے ساتھ جوڑ دینا جیسے اہل بغداد نے امام بخاری رحمہ اللہ سے امتحان کے موقع پر 100 احادیث کے ساتھ ایسا کیا تھا۔

حکم ومرتبہ:

- مقلوب، مدرج سے کمتر ہے۔
- اگر یہ قلب وَضَّاعِین کی طرف سے ہو تو احادیثِ موضوعہ کے قبیل سے شمار ہو گی۔
- اور اگر خطا وسہو سے ہو تو عذر ہے البتہ اگر بکثرت ہو تو پھر اس سے اُس راوی کا ضبط، مجروح ہو گا لہٰذا ضعیف قرار پائے گا۔
- اور اگر امتحان کی غرض سے ہو تو جائز ہے بشرطیکہ اختتامِ مجلس سے پہلے اصل صورت بیان کردی جائے۔

اہم مؤلفات:

اس فن کی اہم کتاب:

- رَافِعُ الْاِرْتِيَابِ فِي الْمَقْلُوْبِ مِنَ الْاَسْمَاءِ وَالْاَلْقَابِ

خطیب بغدادی رحمہ اللہ

مضطرب: وہ حدیث جس کی سند یا متن میں ایسا اختلاف واقع ہو کہ اس میں ترجیح یا تطبیق کی صورت نہ بن سکے۔ یا ایک درجہ کی قوت و مرتبہ رکھنے والی حدیث مختلف صورتوں کے ساتھ مروی ہو خواہ راوی ایک ہی ہو اور اختلاف دو یا تین مرتبہ روایت کرنے کی وجہ سے ہو یا راوی ایک سے زائد ہونے کی وجہ سے یہ اختلاف ہو۔

ڈ پھر اگر یہ اختلاف سند میں ہو تو مضطرب الاسناد اور اگر متن میں ہو تو مضطرب المتن کہلائیگا۔

مثال: (۱) ترمذی کی روایت ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اَرَاکَ شِبْتَ قَالَ شَیَّبَتْنِیْ ھُوْدٌ وَاَخَوَاتُھَا۔

ڈ دار قطنی کا قول ہے کہ یہ مضطرب السند ہے اس لیے کہ یہ صرف ابو اسحق کے طریق سے مروی ہے اور اس میں دس وجہوں سے اختلاف ہے۔ بعض نے مرسلاً روایت کی ہے تو بعض نے موصولاً روایت کی ہے۔ بعض نے اسے مسانیدِ ابی بکر رضی اللہ عنہ، بعض نے مسانید سعد رضی اللہ عنہ تو بعض نے مسانید عائشہ رضی اللہ عنہا میں شمار کیا ہے۔ جبکہ اس کے تمام رواۃ ثقات اور ہم پلہ و ہم درجہ ہیں، اسی لیے ترجیح ممکن نہیں اور جمع بھی دشوار ہے۔

(۲) ترمذی کی روایت عن شریک عن ابی حمزۃ عن الشعبی عن فاطمۃ بنت قیس رضی اللہ عنہا قَالَتْ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَنِ الزَّکوٰۃِ فَقَالَ اِنَّ فِی الْمَالِ حَقّاً سِوَی الزَّکوٰۃِ۔

ڈ ابن ماجہ نے اس کو اسی سند سے بایں الفاظ ذکر کیا ہے:

لَیْسَ فِی الْمَالِ حَقٌّ سِوَی الزَّکوٰۃ۔ اس میں ایسی اضطراب ہے جس کی کوئی بھی توجیہ ممکن نہیں۔

حکم و مرتبہ: مضطرب کا مرتبہ ''مقلوب'' کے بعد ہے چونکہ اضطراب راوی کے ضبط کی کمزوری یا عدم ضبط کو بتاتا ہے اس لیے مضطرب روایت ضعیف ہوتی ہے۔

اہم مؤلفات:

اس فن میں انتہائی اہم کتاب:

ڈ اَلْمُقْتَرِبُ فِیْ بَیَانِ الْمُضْطَرِب — حافظ ابن حجر رحمہ اللہ

مصحَّف یا محرّف: وہ حدیث ہے جس کے راوی متن یا سند کے صحیح تلفظ اور خط کو اپنے انداز میں بدل ڈالے [لفظوں، حرکتوں و سکونوں کے تغیر کی وجہ سے تلفظ میں غلطی واقع ہو جائے] یا وہ حدیث جس کے کسی کلمہ کو ثقہ رواۃ کی روایت کے خلاف نقل کیا جائے خواہ یہ اختلاف لفظاً ہو یا معنًا۔

مثال: (۱) عاصم الاحوَل کو بعض نے عاصم احدَب، عوام بن مراجم کو مزاحم، یوم کُلاب کو یوم کِلاب وغیرہ سمجھ کر روایت کیا ہے۔

(۲) مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَاَتْبَعَهٗ سِتًّامِّنْ شَوَّالٍ (الحدیث) کی ابو بکر صولی نے تصحیف کرکے یوں روایت کیا ہے: ''مَنْ صام رمضان واتبعه شَيْأً من شوال'' لفظ ستاً کو شیئًا سمجھ بیٹھا۔

(۳) زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ: اَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم اِحْتَجَرَ فِي الْمَسْجِدِ (مسجد میں گود میں لیا) کو ابن لَہِیعَہ نے اِحْتَجَمَ یعنی پچھنا (سینگ) لگوایا، کردیا ہے۔

حکم: اگر کسی راوی سے اتفاقاً یہ عمل سرزد ہو جائے تو ضبط متاثر نہیں ہوتا اور اگر بکثرت ہو تو عیب ہونے کی وجہ سے ضبط مجروح ہو جاتا ہے۔

اہم مؤلفات:

(۱) اَلتَّصْحِيف — دار قطنی رحمہ اللہ (م ۳۸۵ھ)

(۲) اِصْلَاحُ خَطَاءِ الْمُحَدِّثِين — خطابی رحمہ اللہ (م ۳۲۸ھ)

(۳) تَصْحِيفَاتُ الْمُحدثين — حسن بن عبد اللہ ابو احمد عسکری رحمہ اللہ (م ۳۸۲ھ)

اَلْمَزِیْدُ فِیْ مُتَّصِلِ الْاَسَانِیْد: وہ راوی جو کسی سند میں دو راویوں کے درمیان بڑھا دیا جائے حالانکہ سند اس کے بغیر ہی متصل ہو۔ یا راوی دوسری معتبر اسناد کے مقابلے میں مزید کسی راوی کا اضافہ کرے۔

مثال: مسلم و ترمذی میں ابن مبارک رحمہ اللہ کی روایت: حدثنا سفیان عن عبدالرحمن بن یزید حدثنی بُسر بن عبید اللہ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا اِدْرِیس قَالَ سَمِعْتُ وَاثِلَۃَ یَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَامَرْثَدٍ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ لَاتَجْلِسُوْا عَلَی الْقُبُوْرِ وَلَاتُصَلُّوْا اِلَیْھَا۔

ڈ اس حدیث کی سند میں دو جگہ زیادتی ہے۔

(۱) سفیان اور (۲) ابوادریس کی۔ یہ زیادتی محض وہم کی وجہ سے ہے۔ سفیان کی زیادتی ابن مبارک رحمہ اللہ سے نقل کرنے والوں کے وہم کی بناپر ہوئی ہے جبکہ ثقہ راویوں نے براہ راست ابن مبارک عن عبدالرحمن رحمہ اللہ نقل کیا ہے۔ اسی طرح ابوادریس کی زیادتی بھی ابن مبارک رحمہ اللہ کا وہم ہے جبکہ ثقات نے ابوادریس کا ذکر نہیں کیا ہے اور بعض نے یہ تصریح کی ہے کہ بُسر نے براہِ راست واثلہ سے سنا ہے۔

حکم: المزید فی متصل الاسانید وہم کی بناپر مردود ہوتی ہے بشرطیکہ:

(۱) زیادتی نہ کرنے والا، زیادتی کرنے والوں سے اتقان و پختگی میں فائق ہو۔

(۲) زیادتی کی جگہ پر دوسرے طریق میں راوی نے سماع کی تصریح کی ہو۔

اگر دونوں شرائط یا ان میں سے کوئی ایک نہ پائی جائے تو زیادتی راجح و مقبول قرار پاتی ہے۔

اہم مؤلفات:

تَمِیْزُ الْمَزِیْدِ فِیْ مُتَّصِلِ الْاَسَانِیْد خطیب بغدادی رحمہ اللہ

منکر: وہ حدیث جسے کوئی ضعیف راوی معتمد راویوں کی حدیث کے خلاف روایت کرے یعنی ضعیف راوی جماعتِ ثقات کے مخالف روایت کرے۔

مثال: ابن ابی حاتم رحمہ اللہ کی روایت جو حُبَیِّب بن حَبِیب کے طریق سے ہے بواسطہ ابواسحق عَنِ الْعَیْزار بن حُرَیْث عن ابن عباس عَنِ النَّبِی ﷺ قَالَ مَنْ اَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ وَحَجَّ الْبَیْتَ وَصَامَ وَوَقَرَی الضَّیْفَ دَخَلَ الْجَنَّۃَ۔

ابو حاتم رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ حدیث ''منکر'' ہے اس لیے کہ معتمد رواۃ نے اس کو ابواسحق رحمہ اللہ سے موقوفاً روایت کیا ہے یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہی نقل کیا ہے، نبی کریم ﷺ سے نہیں۔لہٰذا مذکورہ روایت ''منکر'' ہے جبکہ دوسرے ثقات کی نقل کردہ ''معروف'' ہے۔

حکم: حدیثِ منکر ''مردود'' اور حدیثِ معروف ''مقبول'' ہے۔

شاذ: وہ حدیث جسے کوئی مقبول (ثقہ) راوی ایسے راوی کے خلاف روایت کرے جو مرتبہ میں اُس سے فائق (اوثق) ہو۔اور اس کے برعکس ''محفوظ'' وہ ہے جسے کوئی اوثق راوی کسی ثقہ کے خلاف روایت کرے۔پھر اگر شذوذ سند میں ہو تو شاذ السند اور اگر متن میں ہو تو شاذ المتن کہلاتا ہے۔

مثال: (ا) ترمذی، نسائی وابن ماجہ کی روایت جو بطریق ابن عیینہ رحمہ اللہ یوں مروی ہے:

عَنْ عَمْرو بن دینار عن عَوْسَجَۃ عن ابن عباس اَنَّ رَجُلًا تُوُفِّیَ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَلَمْ یَدَعْ وَارِثًا اِلَّا مَوْلًی ھُوَ اَعْتَقَہٗ۔

ڈ ابن عیینہ رحمہ اللہ کی طرح ابن جریج رحمہ اللہ وغیرہ نے بھی اسے موصولاً روایت کیا ہے لیکن حماد بن زید نے اسے مرسلاً یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ کو واسطہ بنائے بغیر روایت کیا ہے اور حماد بن زید رحمہ اللہ ویسے تو معتمد عادل وضابط راوی ہیں لیکن چونکہ ان کے مقابلے میں متعدد ثقہ رواۃ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے اس لیے ابو حاتم نے ابن عیینہ کی روایت کو ترجیح دی ہے۔

ابن عیینہ کی روایت ''محفوظ'' اور حماد بن زید کی ''شاذ'' ہے۔

(۲) ابوداؤد و ترمذی کی نقل کردہ عبدالواحد بن زیاد کی روایت: عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی ھریرۃ مرفوعاً اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمُ الْفَجْرَ فَلْیَضْطَجِعْ عَنْ یَمِیْنِہٖ۔

ڈ بیہقی کا بیان ہے کہ عبدالواحد نے اس روایت میں رواۃ کی ایک بڑی تعداد کی مخالفت کی ہے۔ اس لیے کہ دوسرے حضرات نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے طور پر اس کو روایت کیا ہے اور عبدالواحد جو کہ اعمش کے ثقہ اصحاب میں سے تھے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول بتایا ہے۔ لہٰذا عبدالواحد کی روایت شاذ اور دوسروں کی محفوظ ہے۔

حکم: ''شاذ'' مردود ہے جبکہ ''محفوظ'' مقبول ہے اور درجہ قبولیت میں یہ رواۃ کے احوال کے مطابق ہوگی۔

(۲) سَقَطٌ مِنَ الْاِسْنَادِ [خبر واحد سقوط وعدمِ سقوط راوی کے اعتبار سے]:

سقط من الاسناد یہ ہے کہ حدیث کی سند کے رواۃ میں سے کسی کا ذکر رہ جائے خواہ ایک ہو یا ایک سے زائد، اول سند سے ہو یا درمیان و آخر سے۔ خواہ یہ سقوط واضح و ظاہر ہو یا مخفی، قصداً ہو یا بغیر قصد کے۔

تقسیم: سقط من الاسناد کی بنیادی طور پر دو انواع ہیں:

(الف) سقطِ ظاہر (ب) سقطِ خفی

سقطِ ظاہر: یہ ہے کہ سلسلہ سند سے کسی راوی کا رہ جانا اور اس کا ذکر نہ کرنا واضح ہو اور اس کے جاننے کے لیے بہت زیادہ تحقیق و جستجو کی ضرورت نہ ہو۔

پھر سقط ظاہر کے مندرجہ ذیل چار اجزاء ہیں:

(الف) مُنْقَطِع (ب) مُعَلَّق (ج) مُعْضَل (ھ) مُرْسَل

منقطع: وہ حدیث جس کی سند متصل (جڑی ہوئی) نہ ہو بلکہ کہیں نہ کہیں درمیان سے راوی گرا ہوا ہو۔ خواہ ایک ہو یا زائد بشرطیکہ پے در پے نہ ہو۔

مثال: عبدالرزاق کی روایت جو انہوں نے سفیان ثوری رحمہ اللہ سے نقل کی ہے: **عن ابی اسحق عن زید بن یثیع عن حذیفة مرفوعًا۔** اس حدیث کی سند کے درمیان کا ایک راوی مذکور نہیں اور اسکا نام ''شریک'' ہے جو ثوری اور ابو اسحق کے درمیان میں ہے اس لیے کہ ثوری نے براہ راست ابو اسحق سے حدیث کی تحصیل نہیں کی بلکہ ''شریک'' سے تحصیل کی ہے اور شریک نے ابو اسحق سے۔

حکم: غیر مذکور راوی کا حال معلوم نہ ہونے کی وجہ سے یہ روایت بالاتفاق ضعیف ہے۔

معلق: یہ وہ حدیث ہے جس کی سند کی ابتداء (شروع) سے ایک راوی یا کئی راوی پے در پے حذف (گرے) ہوئے ہوں۔ اس وصف و عمل کو **تَعْلِیق** کہتے ہیں۔

مثال: احادیثِ مشکوۃ اور تعلیقاتِ بخاری۔ جیسے بخاری کی حدیث جو **بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الْفَخِذِ** میں ذکر ہے۔ **قَالَ اَبُوْ موسیٰ غَطَّى النَّبِيُّ ﷺ رُكْبَتَيْهِ حِيْنَ دَخَلَ عُثْمَانَ**

(بخاری کتاب الصلوٰۃ)

ڈ اس حدیث میں چونکہ بخاری نے بجز صحابی کے پوری سند چھوڑ دی ہے اس لیے یہ حدیث ''معلق'' ہے۔

حکم: قبولیتِ حدیث کی شرائط میں سے اتصالِ سند کی شرط موجود نہ ہونے کی وجہ سے حدیثِ معلق ''مردود'' قرار پائی ہے۔

ڈ اگر غیر مذکور راوی کے حال کا علم و اندازہ ہو، خواہ تحقیق کی بنا پر ہو یا کسی قرینہ کی بنا پر، تو حدیث معلق بھی ''مقبول'' قرار پاتی ہے۔

مثلاً: کسی محدث نے احادیثِ صحیحہ کے جمع و ذکر کا اہتمام والتزام کیا ہو جیسے بخاری و مسلم۔

اہم مولفات:

اس میں بخاری رحمہ اللہ کی معلقات عام طور پر مشہور ہیں۔ ویسے تو بخاری رحمہ اللہ نے اپنی معلقات کو دوسرے مواقع پر موصولاً ذکر کیا ہے۔ پھر بھی ایک سو ساٹھ (۱۶۰) احادیث ایسی ہیں جن کو موصولاً ذکر نہیں کیا ہے۔ ان معلقات کی اسناد کے ذکر وجمع کے سلسلہ میں سب سے نمایاں وعمدہ کام ابن حجر رحمہ اللہ نے کیا ہے جن کی تین تالیفات ہیں:

(۱) اَلتَّوْفِيْق [جس میں بخاری رحمہ اللہ کی معلقات کو مع سند ذکر کیا ہے]

(۲) تَغْلِيْقُ التَّعْلِيْق [جس میں معلقات بخاری رحمہ اللہ کے علاوہ بخاری کی ذکر کردہ موقوف روایات وغیرہ کو بھی جمع کیا گیا ہے]

(۳) اَلتَّشْوِيْق اِلٰی وَصْلِ الْمُهِمّ مِنَ التَّعْلِيْق

[یہ مندرجہ بالا دوسری کتاب کا اختصار ہے جس میں اسناد کو چھوڑ دیا گیا ہے]

معضل: وہ حدیث جس کی سند کے درمیان سے دو یا دو سے زائد راوی پے در پے حذف ہوں۔

مثال: حاکم کی روایت جو بواسطہ قعنبی امام مالک رحمہ اللہ سے نقل کی گئی ہے: عَنْ مَالِكٍ اَنَّهٗ بَلَغَهٗ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِلْمَمْلُوْكِ طَعَامُهٗ وَكِسْوَتُهٗ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا يُكَلَّفُ مِنَ الْعَمَلِ اِلَّا مَا يُطِيْقُ۔

ڈ حاکم کا بیان ہے کہ یہ حدیث معضل ہے امام مالک رحمہ اللہ نے اسے "موطاء" میں معضلاً ذکر کیا ہے۔ اس لیے کہ اس میں ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ اور امام مالک رحمہ اللہ کے درمیان پے در پے دو راوی مذکور نہیں۔ اس بات کا علم اس سند سے ہوتا ہے **عن مالک عن محمد عن عجلان عن ابیہ عن ابی ہریرۃ۔**

حکم: "معضل" ضعیف شمار ہوتی ہے اور بالاتفاق مرسل و منقطع سے زیادہ بدتر سمجھی جاتی ہے۔ اس لیے کہ اس میں غیر مذکور راوی زائد ہوتے ہیں۔

معضل و معلق میں فرق: ان میں معمولی سا فرق ہے:

(۱) آغازِ سند سے دو یا زائد راوی چھوڑ دیئے جائیں تو معضل بھی ہے اور معلق بھی۔

(۲) اگر درمیان سند سے پے در پے دو یا زائد راوی حذف ہوں تو معضل ہے معلق نہیں۔

(۳) آغازِ سند سے ایک راوی کا ذکر رہ جائے تو معلق ہے معضل نہیں۔

اہم مولفات:

منقطع اور معضل احادیث کی کوئی جامع اور مستقل تالیف تو نہیں البتہ ان کا بڑا حصہ کتابوں میں موجود ہے جیسے:

(۱) کتاب السنن سعید بن منصور (م ۲۲۷ھ)

(۲) مؤلفات ابن ابی الدنیا ابن ابی دنیا (م ۲۸۱ھ)

مرسل: وہ حدیث جس کی سند کے آخری حصہ میں تابعی کے بعد کا راوی ذکر نہ کیا جائے مثلاً تابعی کہے۔ قال رسول اللہ ﷺ اس کو مُرسَل جَلی بھی کہتے ہیں۔

مثال: مسلم کی روایت: حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ ثنا حَجِیْنُ ثنا اللَّیْثُ عَنْ عُقَیْلٍ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیِّبِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ نَهٰی عَنِ الْمُزَابَنَةِ [دور جاہلیت میں رائج ایک طریقہ ''بیع'' تھا] (کتاب البیوع: مسلم)

ڈ اس حدیث میں سعید بن مسیب رحمہ اللہ جو کہ تابعی ہیں، نے نبی کریم ﷺ سے براہ راست نقل کیا ہے اور اپنے بعد کے راوی کا ذکر چھوڑ دیا ہے۔ حدیثِ مرسل میں کم از کم ایک صحابی یا کبھی کبھی صحابی سے پہلے تابعی کے چھوڑنے کا بھی امکان ہوتا ہے۔

حکم: مرسل اصل میں ضعیف ہے کیونکہ اس میں اتصال نہیں ہوتا۔ اور ساتھ غیر مذکور راوی کا حال بھی معلوم نہیں ہوتا جو کہ غیر صحابی بھی ہو سکتا ہے۔ البتہ صحابی کا معاملہ تو یہ ہے کہ وہ ہر حال میں معتبر ہے۔

ڈ اس پر عمل کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے ۔بہرحال آئمہ ثلاثہ(امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ) کے قولِ مشہور اور ایک جماعتِ علماء کے نزدیک مقبول ولائق احتجاج ہے۔ بشرطیکہ ارسال کرنے والا یعنی اپنے سے اوپر کا نام ذکر نہ کرنے والا ثقہ (معتمد)ہو اور کسی معتمد سے ہی ارسال کرے۔ مزید تفصیل اصول حدیث اور اصول فقہ کی کتب میں دیکھی جاسکتی ہے۔

ڈ احناف تابعی و تبع تابعی کی مرسل روایت مطلقاً قبول کرتے ہیں اور اگر تبع تابعین کے بعد کے لوگوں کی ہو تو ثقہ راوی کی مطلقاًاور دوسروں کی تحقیق واعتماد کے بعد ہی قبول کرتے ہیں۔[حسامی ونظامی وغیرہ]

اہم مؤلفات:

(۱) مَرَاسِيْلِ اَبِيْ دَاؤد (م۲۷۵ھ)

(۲) مراسیل ابی حاتم (م۳۶۷ھ)

(۳) جَامِعُ التَّحْصِيْل لِاَحْكَامِ الْمَرَاسِيْل ابو سعید صلاح الدین خلیل بن کیکلدی علائی رحمہ اللہ (م۷۶۱ھ)

سقطِ خفی: یہ ہے کہ کسی راوی کا عدم ذکر اس انداز میں ہو کہ بآسانی اسے نہ سمجھا جاسکے۔اس کا علم، حدیث کے طرق اور علتوں سے خوب واقف ماہرینِ فن کو ہی ہوتا ہے۔

پھر سقطِ خفی کے مندرجہ ذیل دو اجزا ہیں:

(۱) مُدَلَّس (۲) مُرْسَل خَفِي

مدَلَّس: وہ حدیث جس کی سند کے عیب کو چھپا کر بظاہر سنوار کر پیش کیا جائے۔اس وصف کو ''تَدْلِيْس'' کہتے ہیں۔اس کی دو صورتیں ہیں:

(الف) مُدَلَّسُ الْاِسْنَاد: وہ حدیث جسے راوی اپنے استاد سے سنے بغیر اُس (استاد) کی طرف نسبت کر کے ایسے الفاظ میں نقل کرے کہ جن سے براہ راست سننے کا گمان پیدا ہوتا ہو۔

مثال:

ڈ جیسے راوی کہے کہ **قال فلان ،عن فلان حدثنا فلان ،أَنَّ فلاناً** یا شیخ کے نام سے پہلے جو الفاظ لائے جاتے ہیں ان کو ذکر کئے بغیر صرف شیخ کا نام لینا مثلاً **الزھری عن فلان۔**

ڈ حاکم نے علی بن خشرم سے روایت کیا ہے کہ ہمیں ابن عیینہ رحمہ اللہ نے بیان کیا''**عن الزھری**'' ان سے جب پوچھا گیا، کہ کیا آپ نے براہ راست زہری سے سنا ہے؟ تواُنہوں نے انکار کیااور کہا''نہ میں نے ان سے سنانہ اُن سے سننے والوں میں سے کسی سے سنا بلکہ مجھ سے عبدالرزاق نے بواسطہ معمر،زہری سے نقل کیا ہے''۔

مرتبہ: ایسی احادیث، ضعیف کی اہم اقسام میں سے ہیں۔ علماء نے اس پر عمل کو نہایت مکروہ قرار دیا ہے۔ شعبہ نے تدلیس کو کذب بیانی کا دوسرا عنوان بتایا ہے۔ عراقی کا قول ہے کہ جو شخص قصداً ایسا کرتا ہے وہ اپنے آپ کو مجروح کرتا ہے۔ اس لیے کہ اس عمل میں بڑادھوکہ ہے عام آدمی ظاہر حال کو دیکھ کر یہ سمجھ بیٹھتا ہے کہ یہ معتمد رواۃ کی روایت ہے حالانکہ حقیقت تو کچھ اور ہی ہوتی ہے۔

(ب) مُدَلَّسُ الشُّیُوخ: وہ حدیث جسے راوی اپنے استاد سے نقل کرتے ہوئے اس کے لیے کوئی غیر معروف نام، لقب یا کنیت و نسب ذکر کرے تاکہ اسے پہچانا نہ جاسکے۔

مثال: ابو بکر بن مجاہد جو آئمہ قراء میں سے ہیں ان کا قول ہے: **حدثنا عبد الله بن ابی عبد الله**۔ انہوں نے اس سے ابو بکر بن ابوداؤد سجستانی کو مراد لیا ہے جو عبداللہ بن ابی عبداللہ کے نام سے معروف نہیں ہیں۔

مرتبہ: اس کی کراہت پہلی قسم سے کمتر ہے کیونکہ اس میں کسی راوی کا سقوط نہیں ہوتا بلکہ راوی کا غیر معروف نام ذکر کرنے سے سننے والے اُلجھن و دُشواری میں پڑتے ہیں۔

مدلس کا حکم: حدیث مدلس کو قبول کرنے کی بابت علماء کا اختلاف ہے صحیح و معتمد قول یہ ہے کہ اگر سماع کی تصریح موجود ہو تو مقبول ہو اور اگر تصریح نہ ہو بلکہ راوی محض محتمل الفاظ ذکر کرے تو قبول نہیں۔ یا معتمد روات جو ثقات سے تدلیس کیا کرتے ہیں ان کی روایت مقبول ہو گی اور جو غیر ثقات سے تدلیس کریں وہ جب تک براہ راست سننے کی تصریح نہ کردیں اُن کی حدیث مقبول نہیں ہو گی۔

اہم مؤلفات:

تَدْلِیْس اور مُدَلِّسِیْن کی متعلق مندرجہ ذیل کتب ہیں:

(۱) اَلتَّبْیِیْن لِاَسْمَاءِ الْمُدَلِّسِیْن — خطیب بغدادی رحمہ اللہ

(۲) التبیین لاسماء المدلسین

برھان الدین ابراھیم بن محمد بن الحلبی رحمہ اللہ (م ۸۴۱ھ)

(۳) تَعْرِیْفُ اَھْلِ التَّقْدِیْس بِمَرَاتِبِ الْمَوْصُوْفِیْنَ بِالتَّدْلِیْس

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ

مُرْسَل خَفِی: وہ حدیث جسے راوی کسی ایسے شخص سے نقل کرے جس سے اس کی معاصرت (ہم زمانہ ہونے) کے باوجود ملاقات یا سماع ثابت نہ ہو۔

مثال: ابن ماجہ کی حدیث ہے بطریق عمر بن عبدالعزیز عن عقبہ بن عامر مرفوعاً رَحِمَ اللّٰہُ حَارِسَ الْحَرْس۔ اللہ تعالیٰ محافظین کی نگہبانی کرنے والوں پر رحم فرمائے۔(ابن ماجہ: کتاب الجہاد)

ڈ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی ملاقات عقبہ سے ثابت نہیں جیسا کہ امام مزی نے "اطراف" میں ذکر کیا ہے۔

حکم: مرسل خفی ضعیف ہے اس لیے کہ اس میں انقطاع ہوتا ہے۔

اہم مؤلفات:

کِتَابُ التَّفْصِيْل لِمُبْهَمِ الْمَرَاسِيْل خطیب بغدادی رحمہ اللہ

مُتَّصِلْ وَمُسْنَدْ: حدیثِ متصل ان تمام [مردود سقط من الاسناد] کے برعکس وہ حدیث ہے جس کی سند میں راوی پورے مذکور ہوں اور سند نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک موتیوں کے ہار کی طرح جڑی ہوئی ہو، درمیان میں کسی زمانہ میں کوئی راوی بھی ساقط نہ ہو۔اس کو مسند بھی کہتے ہیں۔

(۵)خبر واحد صیغ کے اعتبار سے:

صیغ کے اعتبار سے حدیث کی تین اقسام ہیں:

(۱) مُعَنْعَنْ (۲) مُؤَنَّنْ (۳) مُسَلْسَلْ

ڈ معنعن اور موئَن کو مُلْحقَاتِ تَدْلِیْس بھی کہتے ہیں۔

معنعن: ماخوذ ہے عَنْعَنَ سے بمعنی عَنْ عَنْ کہنا۔ یہ وہ حدیث ہے جو لفظ عن کے ذریعے روایت کی جائے۔

مثال: حدثنا عثما ن ابن ابی شیبه ثنا معاویة عن هشام ثنا سفیان عن اسامة بن زید عن عثمان بن مرة عن عروة عن عائشة قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلٰی مَیَامِنِ الصُّفُوْفِ۔ (ابن ماجه : کتاب اقامۃ الصلوٰۃ)

حکم: معنعن حدیث متصل ہے یا منقطع؟

معنن حدیث جمہور فقہاء و محدثین واُصولین کے نزدیک چند شرائط کے ساتھ متصل شمار ہو گا۔

(۱) عن کے ذریعے روایت کرنے والا مُدَلِّس نہ ہو۔

(۲) جن دو راویوں کے درمیان لفظ عن آرہا ہے ان کے درمیان ملاقات کا امکان پایا جاتا ہو یعنی دونوں کا زمانہ ایک ہو۔

موئَن: أَنَّنَ سے ماخوذ بمعنی اَنَّ اَنَّ کہنا۔ یہ وہ حدیث ہے جو لفظ اَنَّ کے ذریعے نقل ہو یا جو حدیث بایں الفاظ مروی ہو: حَدَّثَنَا فَلَانٌ اَنَّ فَلَانًا قَالَ۔

حکم: (۱) امام احمد رحمہ اللہ اور ایک جماعت کے قول کے مطابق جب تک اتصال ثابت نہ ہو منقطع شمار ہو گی۔

(۲) جمہور کا قول ہے کہ اَنَّ، عَنْ کی مانند ہے۔ اس حدیث کو سماع پر ہی محمول کیا جائے گا جبکہ معنعن کے لیے ذکر کردہ معتبر شرائط پائی جاتی ہوں۔ [تدریب]

مسلسل: یہ حدیث معنعن و مؤنن کے برعکس وہ حدیث ہے جس کی سند میں صیغ اداء یا راویوں کی صفات یا حالات ایک ہی طرح کے ہوں۔

مثال: مشہور حدیث کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا اے معاذ! میں تم سے محبت کرتا ہوں لہذا ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کرو: **اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ۔**

ڈ اس کا ہر راوی اپنے شاگرد و بعد والے سے نبی کریم ﷺ کے الفاظ یوں کہتا رہا ہے: **وَاَنَا اُحِبُّکَ فَقُلْ**۔ اس لیے اس حدیث کو حدیث **مُسَلْسَلْ بِالْمُحَبَّۃِ** کہتے ہیں۔

اہم مؤلفات:

(۱) **اَلْمُسَلْسَلَاتُ الْکُبْرٰی** علامہ سیوطی رحمہ اللہ [اس میں 85 احادیث ہیں]

(۲) **اَلْمَنَاهِلُ السَّلْسَلَۃُ فِی الْاَحَادِیْثِ الْمُسَلْسَلَۃ**

[اس میں ۲۱۲ احادیث ہیں] محمد عبد الباقی ایوبی رحمہ اللہ (م ۱۳۶۴ھ)

(۳) **مَجْمُوْعَۃُ الْمُسَلْسَلَات** شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ (م ۱۱۷۴ھ)

[اس میں سو (۱۰۰) کے قریب احادیث ہیں جن میں مختلف انداز کے "مسلسل" ہیں]

(۶)خبر واحد کی باعتبار عمل

(یا معمول بہ و غیر معمول بہ ہونے کے اعتبار سے) دو قسمیں ہیں:

(۱) معمول بہ (۲) غیر معمول بہ

خبر کی یہ تقسیم دراصل خبر واحد مقبول میں پائی جاتی ہے۔ یہ چار اقسام پر مشتمل ہے:

(۱) مُحْكَمُ الْحَدِيْث (۲) مُخْتَلِفُ الْحَدِيْث

(۳) اَلنَّاسِخُ وَالْمَنْسُوْخ (۴) تَرْجِيْح وَتَوَقُّف

وضاحت: حدیث کے مقبول ہونے کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی پیش نظر ہوتی ہے کہ اس کا کسی دوسری حدیث سے تعارض تو نہیں ،اس بحث کا تعلق عِلْمُ مُحْكَمِ الْحَدِيْث وَمُخْتَلِفِهٖ سے ہے۔اسی طرح حدیث مقبول ہونے کے باوجود شارع کی جانب سے اس پر عمل ممنوع ہوسکتا ہے، عِلْمُ نَاسِخِ الْحَدِيْث وَمَنْسُوْخِهٖ اسی پر مبنی ہے۔ کبھی کبھار دو متعارض احادیث ہوں تو ایک کو دوسری پر ترجیح دی جاتی ہے ورنہ عدمِ ترجیح کی صورت میں توقف کیا جاتا ہے اس کو عِلْمُ التَّرْجِيْحِ وَالتَّوَقُّف کہتے ہیں۔

حدیثِ محکم: یہ وہ حدیثِ مقبول ہے جس کے مقابلے میں اسی درجہ کی کوئی دوسری حدیث معارض (مخالف) نہ ہو۔ حدیثِ محکم، مقبول ہوتی ہے۔

ﮈ ایسی حدیث پر عمل ضروری ہے اس کی مثالیں صحاح میں بکثرت موجود ہیں۔

ﮈ اکثر احادیث اسی انداز کی ہیں اور جن احادیث میں تعارض پایا جاتا ہے وہ پورے مجموعے کے اعتبار سے بہت کم ہیں۔

حدیثِ مختلف: وہ حدیثِ مقبول جس کے مقابلے میں اسی درجہ کی کوئی دوسری حدیث معارض ہو لیکن ان دونوں میں تطبیق ممکن ہو۔اس کو مُشْكِلُ الْحَدِيْث یا مُشْكِلُ الْاٰثَر بھی کہتے ہیں۔

مثال: مسلم کی حدیث: لَا عَدْوٰی وَلَا طِیَرَۃَ۔

اور بخاری کی حدیث: فِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ فِرَارَکَ مِنَ الْاَسَدِ۔

ڈ یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں اور ساتھ ایک دوسرے کی مخالف بھی، اس لیے کہ پہلی میں چھوت چھات کا انکار و نفی اور دوسری میں اسی کا اثبات واقرار ہے۔ اس تعارض کو ختم کرنے کے لیے علماء نے مختلف توجیہات کی ہیں مثلاً:

ڈ ابن حجر رحمہ اللہ کی توجیہ یہ ہے کہ چھوت چھات کی نفی حق ہے اس لیے کہ دوسری احادیث اس مندرجہ بالا حدیث کے مضمون کی نسبت زیادہ صریح وواضح ہیں۔ جیسے کہ ترمذی کی حدیث کہ کوئی چیز کسی دوسری چیز کو یوں متعدی نہیں ہوتی کہ چھوت چھات کے ذریعے سے اسے لگ جائے۔ [ترمذی: کتاب القدر]

اور رہا مجذوم سے بھاگنے کا حکم، تو یہ تو سد ذرائع (سدِ باب) کے طور پر ہے یعنی اگر ایک آدمی کسی مجذوم سے گھل ملے اور اتفاقاً یعنی ازروئے تقدیر اُسے یہی مرض ہو جائے تو وہ اس بد اعتقادی میں مبتلا ہو جائے گا کہ مجھے یہ مرض چھونے کی وجہ سے ہو گیا اور وہ اسے حق سمجھنے لگے گا تو ایسے لوگوں کو بد اعتقادی اور گناہ سے بچانے کے لیے یہ حکم دیا گیا ہے۔

ڈ ابن صلاح رحمہ اللہ نے یہ توجیہ کی ہے کہ نفی کی بنیاد اس بات پر ہے کہ یہ چیزیں خود بخود بغیر اللہ کے حکم کے کسی کو نہیں لگ سکتیں، اور اثبات کی بنیاد اس پر ہے کہ جب بھی اللہ چاہے تو اثر ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہیں اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے کہیں نہیں۔ جہاں اللہ چاہتا ہے ظاہر ہوتا ہے جہاں نہیں چاہتا ہرگز ظاہر نہیں ہوتا۔

وجوہ جمع:

(۱) **تنویع:** اگر دونوں (مختلف الحدیث) عام ہوں تو الگ الگ انواع سے ان کا تعلق قرار دینا

(۲) **تبعیض:** اگر دونوں خاص ہوں تو الگ الگ حال پر یا ایک کو حقیقت اور دوسرے کو مجاز پر محمول کرنا۔

(۳) **تقیید:** اگر دونوں مطلق ہوں یعنی بغیر کسی قید کے ہوں تو ہر ایک کے ساتھ ایسی قید لگانا کہ انکے مابین فرق ظاہر ہو جائے۔

(۴) **تخصیص:** اگر ایک عام اور دوسری حدیث خاص ہو تو عام کو خاص قرار دینا یعنی یہ ماننا کہ یہ عام ایسی عام نہیں ہے کہ ہر ایک کو شامل ہو بلکہ خاص ہے۔

(۵) **حمل:** ایک کو دوسرے پر محمول کرنا۔ اگر ایک حدیث مطلق اور دوسری مقید ہو تو مطلق کو مقید پر محمول کرینگے، مگر کچھ تفصیلات کے ساتھ مثلاً یہ کہ دونوں کا حکم اور سبب ایک ہی ہو۔

اہم مؤلفات:

(۱) اِختلافُ الحدیث — امام شافعی رحمہ اللہ (م ۲۰۴ھ)

[اس فن کی اولین کتاب جو کتاب الام کا ایک حصہ ہے]

(۲) تَاوِیلُ مختلفِ الحدیث — ابن قتیبہ عبداللہ بن مسلم دینوری رحمہ اللہ (م ۲۷۶ھ)

(۳) شَرحُ مُشکِلُ الآثار — ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ طحاوی رحمہ اللہ (م ۳۲۱ھ)

(۴) کِتابُ ابن خزیمۃ — ابن خزیمہ رحمہ اللہ (م ۳۱۱ھ)

(۵) مُشکلُ الحدیث — ابو بکر محمد بن حسن بن فورک رحمہ اللہ (م ۴۰۶ھ)

(۶) اَلتَّحقِیق فِی اَحَادِیثِ الْخِلَاف — ابن جوزی رحمہ اللہ (م ۵۹۷ھ)

ناسخ ومنسوخ: وہ احادیث جن میں بعد والی احادیث، سابق پر عمل کی ممانعت کو بتائیں۔

وضاحت: اگر دو مقبول حدیثیں ایک دوسرے سے مختلف ہوں اور ان میں تطبیق ممکن نہ ہو نیز دونوں میں سے ایک کا پہلے ہونا اور دوسرے کا بعد میں ہونا معلوم ہو جائے تو پہلی (سابق) حدیث کا نام منسوخ اور دوسری (بعد والی) کا نام ناسخ ہے۔

علم نسخ کے ذرائع: نسخ (مقدم و موٴخر) معلوم کرنے کے متعدد ذرائع یہ ہیں:

(الف) خود نسخ کے لیے نبی کریم ﷺ کی تصریح موجود ہو جیسے حدیث مسلم میں ہے کہ "میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے روک رکھا تھا اب قبروں کی زیارت کیا کرو اس لیے کہ وہ آخرت کی یاد دلاتی ہے"۔

(ب) یا صحابی کا بیان ہو جیسے سنن میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ "پکی ہوئی چیزوں کے استعمال کے بعد وضو کرنے اور نہ کرنے کے سلسلے میں نبی کریم ﷺ کا آخری عمل یہ رہا کہ آپ ﷺ نے دوبارہ وضو کرنے کو ترک فرمایا"۔

(ج) تاریخ اور وقت کا علم: یعنی مقدم و موٴخر کی تاریخ معلوم ہو۔ جیسے ابوداؤد شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ پچھنا (سینگ) لگانے والے اور لگوانے والے دونوں کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے جبکہ حدیث مسلم عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حالت احرام میں روزہ دار ہوتے ہوئے پچھنا لگوایا۔

ڈ ان احادیث میں شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کی روایت میں نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد فتح مکہ کے زمانہ کا ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت حجۃ الوداع کی ہے جو فتح مکہ سے دو سال موٴخر وقوع پذیر ہوا تھا۔ لہٰذا شداد کی روایت منسوخ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ناسخ ہے۔

اہم موٴلفات:

(۱) اَلْاِعْتِبَارُ فِی النَّاسِخِ وَالْمَنْسُوْخِ مِنَ الْآثَار

ابو بکر محمد بن موسی حازمی رحمہ اللہ (م ۵۸۴ھ)

(۲) اَلنَّاسِخُ وَالْمَنْسُوْخ — امام احمد رحمہ اللہ (م ۲۴۱ھ)

(۳) تَجْرِیْدُ الْاَحَادِیْثِ الْمَنْسُوْخَةِ — ابن جوزی رحمہ اللہ (م ۵۹۷ھ)

ترجیح اور توقف: اگر دو احادیث صحیح ہوں مگر دونوں ایک دوسرے کے مخالف ہوں، ان میں تطبیق دینا بھی ممکن نہ ہو اور کسی ایک کا پہلے ہونا اور دوسرے کا بعد میں ہونا (ناسخ ومنسوخ) بھی معلوم نہ ہو سکے لیکن ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا ممکن ہو تو ترجیح دے کر عمل کریں گے اور اگر ترجیح بھی ممکن نہ ہو تو توقف کیا جائے گا۔

وجوہ ترجیح

باعتبار متن:

(۱) حرمت کو اباحت پر ترجیح ہے (۲) قول اگر عام ہو اور فعل خاص یا عذر کا محتمل ہو تو قول کو فعل پر ترجیح ہے (۳) نفی اگر مستقل دلیل کی بنیاد پر نہ ہو بلکہ اصل حال و حکم کی رعایت میں ہو تو اثبات کو نفی پر ترجیح ہے (۴) مفہومِ شرعی کو مفہوم لغوی پر ترجیح ہے (۵) جس حکم کی علت مذکور ہو وہ اس حکم پر راجح ہے جس کی علت مذکور نہ ہو (۶) شارع کے بیان و تفسیر کو غیر کے بیان و تشریح پر ترجیح ہوگی (۷) قوی دلیل، کمزور پر راجح ہے۔

باعتبار سند:

(۱) قوی سند کو کمزور پر ترجیح ہے (۲) عالی سند والی حدیث کو ترجیح ہے نازل پر بشرطیکہ دونوں کے رواۃ ضبط میں ہم پلہ ہوں (۳) سندِ نازل کا فقاہت میں فائق راوی، راجح ہے سند عالی کے راوی پر (۴) متعدد رواۃ کو ایک راوی پر ترجیح ہے (۵) اتفاقی سند کو مختلف فیہ سند پر ترجیح ہے (۶) اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی روایت اصاغر صحابہ رضی اللہ عنہم کی روایت پر راجح ہے۔

الحاصل: جب دو مقبول احادیث میں تعارض واقع ہو جائے تو اس کو دفع کرنے کے لیے احناف کے نزدیک سب سے پہلے ان دونوں میں ناسخ و منسوخ معلوم کرنا ہوگی۔ اگر نسخ کا علم نہ ہو سکے تو پھر ترجیح کی صورت اختیار کریں گے اور اگر ترجیح بھی ممکن نہ ہو تو پھر دونوں کی ایسی توجیہ تلاش کریں گے کہ دونوں کے درمیان جمع یعنی تطبیق کو اپنایا جا سکے اور اگر جمع بھی ممکن نہ ہو تو پھر فی الحال توقف اختیار کیا جائے گا۔

باب دوم

حدیث کے دیگر متعلقات

بیانِ صِیَغِ اَدَاء: محدثین حدیث کو ادا کرتے وقت ان الفاظ میں سے ہمیشہ کسی ایک لفظ کو استعمال کرتے ہیں:

حَدَّثَنِیْ	اَخْبَرَنِیْ	اَنْبَأَنِیْ	حَدَّثَنَا
اَخْبَرَنَا	اَنْبَأَنَا	قَرَأْتُ	سَمِعْتُ
سَمِعْنَا	قَالَ لِیْ فلَانٌ	ذَکَرَ لِیْ فُلَانٌ	رَوٰی لِیْ فُلَانٌ
کَتَبَ اِلَیَّ فلَانٌ	عَنْ فُلَانٍ	قَالَ فُلَانٌ	ذَکَرَ فُلَانٌ
رَوٰی فُلَانٌ	کَتَبَ فُلَانٌ		

وضاحت: متقدمین جیسے امام زہری رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ، ابن عیینہ رحمہ اللہ وغیرہ تحدِیث، اخبار، انباء اور سماع میں فرق نہیں کرتے جبکہ بعض متاخرین اس میں فرق کرتے ہیں۔ لہٰذا:

سَمِعْتُ وَحَدَّثَنِیْ : جب اپنے شیخ سے تنہا الفاظِ حدیث سنے ہوں۔

سَمعنا وحدثنا : جب چند اشخاص نے اپنے شیخ سے حدیث سنی ہو۔

اَخْبَرَنِیْ وَاَنْبَأَنِیْ : جب کسی شخص نے تنہا اپنے شیخ کو حدیث سنائی ہو۔

أخبرنا وأنبأنا : جب چند آدمیوں میں سے ایک نے شیخ کے سامنے حدیث پڑھی ہو اور باقی لوگ سن رہے ہوں۔

ڈ محدثین اکثر اوقات الفاظ ادا کرنے کے لیے اشارات بھی استعمال کرتے ہیں مثلاً: حدثنا کے لیے ثَنَا یا نَا اخبرنا کے لیے أَنَا یا أَرَنَا۔

ڈ حدیث کی ایک سند کے بعد دوسری سند کو ذکر کرنے سے پہلے جسے تَحْوِیل کہتے ہیں ''ح'' لکھا جاتا ہے جس کا تلفظ ''حا'' ادا کیا جاتا ہے۔

ڈ اختصار کی غرض سے سند کے رواۃ کو ذکر کرتے ہوئے درمیان میں ''قال'' کو عموماً نہیں لکھا جاتا لیکن پڑھتے وقت اِس لفظ کو زبان سے ادا کرنا چاہئے مثلاً:۔حدثنا عبداللہ بن یوسف اخبرنا مالک۔اس کو پڑھتے وقت یوں کہیں گے : حدثنا عبداللہ بن یوسف قال اخبرنا مالک۔

ڈ اسی طرح سند کے آخری حصہ میں اختصار کی خاطر'' اَنَّہٗ '' کا لفظ نہیں لکھا جاتا مثلاً:۔عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال اور زبان سے ادا کرتے وقت یوں کہیں گے : عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ اَنَّہٗ قال۔ورنہ عربیت کی رو سے کلام ناقص ہوگا۔

ڈ اسی طرح جب کسی کتابِ حدیث مثلاً بخاری، ترمذی وغیرہ کی کوئی حدیث پڑھنا ہو تو سند شروع کرنے سے پہلے ''وَبِہٖ قَالَ '' کہنا چاہیے جیسے بخاری کی روایت :''حدثنا حمیدی ''کو پڑھتے وقت یوں کہنا چاہیے کہ وبہ قال حدثنا حمیدی ۔[یعنی اپنے اس مذکورہ سند پر بخاری ہمیں روایت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ہمیں حمیدی نے بیان کیا ہے] ورنہ ایسا نہ کہنے سے جھوٹ لازم آئے گا۔

فائدہ: ''وبہ'' مختصر ہے ان الفاظ سے کہ و بالسند المتصل منا الی الامام البخاری۔

تحصیل حدیث کی صورتیں

یعنی ایک راوی اپنے شیخ سے حدیث کس طرح حاصل کرتا ہے اور پھر کن الفاظ کے ذریعے سے اپنے شاگرد اور استفادہ کرنے والوں کے سامنے حدیث کو بیان کرتا ہے۔

اس کے لیے محدثین نے آٹھ صورتیں ذکر کی ہیں:

(۱) اَلسِّمَاع (۲) اَلْقِرَاءۃ (۳) اَلْاِجَازۃ (۴) اَلْمُنَاوَلَۃ

(۵) اَلْکِتَابَۃ (۶) اِلاعلام (اعلان عام) (۷) اَلْوَصِیَّۃُ (۸) اَلْوِجَادَۃ

السماع: استاد کی زبان سے سننا یعنی استاد، حدیث کے الفاظ کہے خواہ یادداشت سے ہو یا کتاب دیکھ کر اور شاگرد سنتے رہیں۔ یہ تحصیلِ حدیث کی صورتوں میں سب سے اعلیٰ صورت ہے۔ اس صورت کے لیے الفاظ یہ ہیں: اگر تنہا آدمی سنے تو سَمِعْتُ اور حَدَّثَنِیْ اور جب پوری جماعت سننے والی ہو تو حَدَّثَنَا۔

القراءۃ: کسی محدث کی روایت کردہ احادیث کو اس کے سامنے پڑھا جائے اور وہ خود سن کر تصدیق و تصویب کرے۔ پھر خواہ طالب العلم خود پڑھے یا کوئی دوسرا پڑھے، اور محدث بھی پڑھنے والے کے ساتھ زبانی پڑھتا رہے یا یہ کہ کتاب لے کر موازنہ کرتا رہے۔ عام محدثین کے نزدیک یہ تحصیلِ حدیث کی دوسری صورت ہے۔ اس صورت کے لیے قَرَأْتُ عَلٰی فُلَانٍ یا قُرِءَ عَلَیْہِ وَاَنَا اَسْمَعُ، اَخْبَرَنِیْ اور اَخْبَرَنَا کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

الاجازۃ: استاد و محدث اپنے شاگرد سے یوں کہے کہ میں تمہیں اپنے واسطے سے فلاں کتاب یا فلاں حدیث کی روایت کی اجازت دیتا ہوں۔ اس کے لیے الفاظ حَدَّثَنَا اِجَازَۃً اور متاخرین کے نزدیک اَنْبَأَنَا استعمال ہوتے ہیں۔

المناولۃ: کسی شیخ و محدث کا اپنے شاگرد کو اپنی کوئی تحریر یا کتاب عطاء کرنے کو کہا جاتا ہے، مناولۃ کی روایت جائز ہے۔ اس صورت میں اَخْبَرَنَا مُنَاوَلَۃً وَاِجَازَۃً اور بعض کے نزدیک اَنْبَاءَ کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

الکتابۃ: کوئی محدث اپنی سنی ہوئی احادیث کسی موجود یا غائب کے لیے لکھ کر یا لکھوا کر دے۔اس کے لیے سننے اور پڑھنے پر دلالت کرنے والے وہ تمام الفاظ جن کے ساتھ کتابت کی قید لگی ہو جیسے حَدَّثَنِیْ فُلَانٌ کِتَابَۃً کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

الاعلام: محدث کا یہ خبر دینا کہ فلان حدیث یا فلاں کتاب اس کی سنی ہوئی ہے۔اگر اس اطلاع کے ساتھ وہ روایت کی اجازت بھی دے تو بالاتفاق روایت جائز ہے۔ الفاظِ اداء اَعْلَمَنِیْ شَیْخِیْ بِکَذَا ہیں۔

الوصیۃ: کوئی محدث اپنی موت یا سفر کے وقت اپنی جمع کردہ کسی کتاب کے حق میں کسی کے لیے وصیت کی جائے۔اس کے لیے الفاظ اداء اوصی الی فلان کذا یاحدثنی فلان وصیۃ ہیں۔یہ جمہور کے نزدیک مع اجازت جائز ہے۔

الوجادہ: کسی شخص کا کسی محدث کی تحریر کردہ کسی روایت یا کتاب کا پانا جس کے خط (اندازِ تحریر) کو وہ پہچانتا ہو۔ایسی نقل کردہ حدیث، منقطع احادیث کی قبیل سے ہے۔اس کے لیے الفاظ اداء عام طور پر وَجَدتُّ بِخَطِّ فُلَانٍ یاقَرَأْتُ بِخَطِّ فُلَانٍ وغیرہ ہیں۔

اقسام کتب حدیث باعتبار وضع وترتیبِ مسائل یعنی منہج کتبِ الحدیث

اقسامِ کتبِ حدیث تقریباً ۴۰ تک پہنچتی ہیں۔اُن میں اہم اور مشہور یہ ہیں:

۱۔اَلصِّحَاحُ: صحاح جمع ہے صحیح کی۔یہ وہ کتاب ہے جس میں مصنف نے اپنی شرائط پر تمام صحیح روایات جمع کی ہوں جیسے صحیح بخاری، صحیح مسلم، صحیح ابن حبان، صحیح ابن خزیمۃ وغیرہ۔

۲۔اَلْجَوَامِعُ: جمع ہے جامع کی۔یہ وہ کتاب ہے جس میں سیر،آداب، تفسیر،عقائد،علامات قیامت، فتن،احکام،مناقب یعنی ان آٹھ مضامین کی احادیث درج ہوں۔جیسے جامع بخاری، صحیح مسلم،جامع ترمذی،جامع الثوری،جامع ابن عیینہ،جامع عبدالرزاق۔ [مصنف عبدالرزاق اِن کی دوسری کتاب ہے]

۳۔سُنَنٌ: جس میں ابوابِ فقہ کی ترتیب پر احادیث ذکر ہو یعنی **اَحَادِیْثُ الْاَحْکَامِ عَلٰی تَرْتِیْبِ الْفِقْہِ** کی تخریج (بیان)ہو۔جیسے سنن ابی داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، سنن دارقطنی، سنن شافعی وغیرہ۔

۴۔مَسَانِیْدُ: جمع ہے مَسند کی۔ یہ وہ کتاب ہے جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ترتیب(ترتیبِ رُتبی یا حروفِ ہجا یاتقدیم وتاخیرِ اسلامی)کے لحاظ سے احادیث کی تخریج ہو۔جیسے مسند ابی حنیفہ رحمہ اللہ، مسند احمد رحمہ اللہ،مسند ابوعوانہ رحمہ اللہ،مسند ابی داؤد طیالسی رحمہ اللہ،مسند دارمی رحمہ اللہ،مسند حمیدی رحمہ اللہ،مسند عبدبن حمید رحمہ اللہ وغیرہ۔

۵۔مَرَاسِیْل: مرسل کی جمع ہے یعنی وہ کتاب جس میں مرسل احادیث جمع ہوں۔جیسے مراسیلِ ابی داؤد،مراسیل ابن ابی حاتم وغیرہ۔

٦۔أَجْزَاء : جمع ہے جزء کی۔ یہ وہ کتاب ہے جس میں صرف کسی ایک مسئلے پر احادیث جمع ہوں ۔اسے ''الرسالة'' بھی کہتے ہیں۔جیسے جزء رفع الیدین للبخاری ،جزء القراۃ للبخاری،جزء القراۃ للبیھقی وغیرہ۔

٧۔أَرْبَعِيْنَات : جمع ہے اربعین کی۔ جس میں کسی ایک باب یا موضوع یا روز مرہ کی ضروریات یا تہذیب الاخلاق وغیرہ پر چالیس احادیث یکجا ہوں مثلاً أَرْبَعِيْنَ بیھقی، اربعین نووی، اربعین ملاعلی قاری، اربعین شاہ ولی اللہ، اربعین عبد القادر رھاوی، الاربعین فِيْ مَنَاقِبِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْن سید علی اکبرآبادی، اَلْاَرْبَعِيْن فِيْ رِوَايَاتِ نُعْمَانَ سَيِّدِ الْمُجْتَهِدِيْن مولانا محمد ادریس نگرامی ندوی۔ الاربعین القُدْسِيَّة ڈاکٹر عزالدین ابراہیم۔

٨۔مَعَاجِمْ: جمع ہے مُعْجَمْ کی۔ یہ وہ قسم ہے جس میں شیوخ (اساتذہ) کی ترتیب پر احادیث یعنی احادیث عَلٰی تَرْتِيْبِ الشُّيُوْخ کی تخریج ہو۔جیسے معجم صغیر، معجم اوسط اور معجم کبیر للطبرانی۔

٩۔مُسْتَخْرَجْ: وہ کتاب جس میں کسی دوسری کتاب میں ذکر کردہ احادیث صاحبِ کتاب کو واسطہ بنائے بغیر دوسری اسناد کے ساتھ جمع کی جائیں یا جس میں کسی دوسری کتاب کی بیان کردہ احادیث کی مزید اسناد بیان کی جائیں۔جیسے مستخرج ابی بکر اسماعیلی (بخاری کی اسانید پر)مستخرج ابوعوانہ اسفرائینی (مسلم کی اسانید پر) مستخرج ابی نعیم اصبھانی (علی الصحیحین)مستخرج قاسم بن اصبغ [علی ابی داؤد]

۱۰۔مُسْتَدْرَکْ: جس میں کسی دوسری کتابِ حدیث سے رہ جانے والی روایات کو جمع کردیا جائے یعنی کسی مصنف کی کتاب سے کچھ ایسی احادیث رہ گئی ہوں جو اس کی متعلقہ شرائط وقیود کے مطابق ہوں، ان سب کو لے کر کسی کتاب میں اس انداز میں یکجا کردیا جائے کہ یہ روایات ترتیب وتخریج اور شرائط وقیود کے اعتبار سے پہلی کتاب کی روایات کے مطابق ہوں جیسے **مُسْتَدْرَک حَاکِمْ عَلَی الصَّحِیْحَیْن** (م۴۰۵ھ)**مستدرک علی الصحیحین لابی الحسن علی بن عمر دار قطنی** (م۳۸۵ھ)

ڈ دار قطنی کی نسبت حاکم نے صحیح اور دوسری اقسام کی احادیث وغیرہ ذکر کی ہیں۔

۱۱۔مُفْرَدَات: جس میں صرف ایک شخص کی کل مرویات ذکر ہوں جیسے مرویات ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ، مرویات ابن مسعود رضی اللہ عنہ، مرویات عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ۔

۱۲۔غَرَائِبْ: وہ ہیں جس میں ایک محدث کے مُتَفَرَّدَات جو کسی شیخ سے منقول ہوں یعنی تفردات تلمیذ عن الشیخ جو دوسرے تلامذہ سے نقل نہ ہوں۔ جیسے غرائب مالک، افراد دار قطنی وغیرہ.

۱۳۔آثار: جس میں عموماً صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین رحمہ اللہ، اور ان کے بعد کے بزرگوں کے اقوال نقل ہوتے ہیں۔ مثلاً کتاب الآثار للامام محمد رحمہ اللہ۔

۱۴۔تَجْرِیْدْ: جس میں سند کے بغیر احادیث نقل کی گئی ہوں جیسے **تَجْرِیْدُ الصَّحِیْحَیْن، اَلتَّجْرِیْد لِلصِّحَاحِ والسُّنَنْ لابی ا لحسن احمدبن رزین اُندلسی** رحمہ اللہ (م۵۳۵ھ)جو کہ ابن ماجہ کے بغیر صحاح ستہ اور مؤطامالک کی جامع ہے۔

۱۵۔اَلْاَمَالِیْ: کتبِ حدیث کی وہ قسم ہے جس میں اپنے شیخ سے درس کے دوران املا اور تقریر لکھی جائے۔ جیسے امالی امام ابویوسف رحمہ اللہ، امالی ابن حجر۔ رحمہ اللہ

۱۶۔ثُلَاثِیَات: احادیث کی وہ کتب کہ جن میں وہ احادیث ذکر ہوں جن میں مصنف اور جناب نبی ﷺ کے درمیان صرف تین واسطے پڑتے ہوں۔ جیسے ثلاثیات بخاریؒ۔

۱۷۔وحدانیات: وہ روایات جن کے روایت کرنے والے یا مصنف اور نبی کریم ﷺ کے درمیان صرف ایک واسطہ ہو جیسے جُزْءُ مَارَوَاہُ اَبُو حنیفہ رحمہ اللہ عَنِ الصَّحَابَہ لابی معشر عبدالکریم شافعی رحمہ اللہ [م۴۷۸ھ] جس کو یوسف سبط ابن جوزی نے اپنی کتاب اَلْاِخْتِصَار وَالتَّرْجِیْح لِلْمَذْهَبِ الصَّحِیْح اور سیوطی رحمہ اللہ نے تبییض الصحیفة میں شامل کیا ہے۔

۱۸۔عِلَل: وہ کتبِ حدیث جن میں محض اُن احادیث کو جمع کیا گیا ہو جن میں کسی قسم کا کوئی سقم بتایا جاتا ہو اور اِن اسقام کا بیان بھی ہو۔ مثلاً علل ابن ابی حاتم رحمہ اللہ (م ۳۲۷ھ)، علل دارقطنی (م۳۸۵ھ)۔

۱۹۔اَطْرَاف: طرف کی جمع بمعنی کنارہ۔ اس سے مراد وہ کتبِ حدیث ہیں جن میں احادیث کا ایک حصہ ذکر کرنے کے بعد تمام متون حدیث یا بعض میں مذکور اس حدیث کی تمام اسناد کو جمع کیا گیا ہو۔ جیسے:

اطرافُ الصحیحین — حافظ ابراھیم بن محمد ابو سعود دمشقی رحمہ اللہ (م ۴۰۰ھ)

اَلْاَشْرَاف عَلٰی مَعْرِفَةِ الْاَطْرَاف — لعلی بن حسین ابن عساکر رحمہ اللہ (م ۵۷۱ھ)
[جو دراصل سنن اربعہ سے متعلق ہے]

تُحْفَةُ الْاَشْرَاف بمعرفة الاطراف۔ — ابوالحجاج مزّی رحمہ اللہ (م ۷۴۲ھ)
[صحاح ستہ کے متعلق]

نبراس الساری فی اطراف البخاری — شیخ عبدالعزیز گجرانمالی رحمہ اللہ (م ۱۳۵۹ھ)

(۱) اتحاف المهرة بأطراف العشرة

(۲) تعجيل المنفعة فی اطراف الائمة السبعة

(۳) تیسر الاصول الی اطراف اصحاب الاصول

(۴) فتح المنعم فی اطراف الامام مسلم

(۵) الیواقیت الثمینة فی اطراف عالم المدینة

(٦) دلیل السالک الی اطراف مالک

[یہ تمام شیخ محمد حلیم آل عطا سلونی رحمہ اللہ (م ۱۳۷۵ھ) کی تالیفات ہیں]

۲۰۔ زَوَائِدُ: وہ کتبِ حدیث جن میں کسی کتاب کی اُن احادیث کو جمع کیا گیا ہو جو دوسری کتابوں سے زائد ہوں یعنی دوسروں میں مذکور نہ ہوں۔ جیسے:

(۱) مِصْبَاحُ الزُّجَاجَة فِیْ زَوَائِدِ اِبْنِ مَاجَة

ابوالعباس احمد بن ابو بکر بوصیری رحمہ اللہ (م ۸۴۰ھ)

[اس میں ابن ماجہ کی وہ احادیث ذکر کی گئی ہیں جو باقی صحاح ستہ میں مذکور نہیں ہیں]

(۲) اِتِّحَافُ السَّادَةِ الْمَهَرَةِ الْخِیَرَة ابوالعباس بوصیری رحمہ اللہ

[اس میں دس اہم مسانید میں صحاح ستہ سے زائد ذکر کردہ احادیث جمع ہیں]

۲۱۔ مَوْضُوْعَات: کتبِ احادیث کی وہ قسم جس میں موضوع اور من گھڑت احادیث جمع کی گئی ہوں تاکہ لوگ اس پر عمل سے پرہیز کریں جیسے:

- تَذْکِرَةُ الْمَوْضُوْعَات — ابوالفضل مقدسی رحمہ اللہ (م ۵۰۷ھ)
- کِتَابُ الموضوعات — عبدالرحمان بن جوزی رحمہ اللہ (م ۵٦۰ھ)
- تذکرة الموضوعات — محمد طاہر الفتنی رحمہ اللہ (م ۹۸٦ھ)
- اَلْمَوْضُوْعَاتُ الْکُبْرٰی — ملا علی قاری رحمہ اللہ (م ۱۰۱۴ھ)
- الآثار المرفوعة فی الأخبار الموضوعة۔

مولانا عبدالحئ لکھنوی رحمہ اللہ (۱۳۰۴ھ)

۲۲۔کُتُبِ تَرْغِیْب وَتَرْهِیْب: جس میں کسی حکم سے متعلق منقول ترغیب (رغبت پیدا کرنے) اور ترھیب (خوف دلانے وڈرانے) پر مشتمل احادیث جمع ہوں جیسے:

اَلتَّرْغِیْب وَالتَّرْهِیْب — عبدالعظیم منذری رحمہ اللہ (م ۶۵۶ھ)

۲۳۔کُتُبِ تَخْرِیْج: وہ کتبِ حدیث جن میں کسی کتاب میں ذکر کردہ احادیث کی اسناد وحیثیت کو بیان کیا گیا ہو جیسے:

تَخْرِیْجُ اَحَادِیْثِ الْکَشَّاف — ابو محمد زیلعی حنفی رحمہ اللہ (م ۷۶۲ھ)

نَصْبُ الرَّایَة فِیْ تَخْرِیْجِ اَحَادِیْثِ الْهِدَایَة — ابو محمد زیلعی حنفی رحمہ اللہ (ھدایہ پر)

اَلْفَتْحُ السَّمَاوِیْ بِتَخْرِیْجِ اَحَادِیْثِ الْبِیْضَاوِیْ

عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ (م ۱۰۳۱ھ)

اَلْمُغْنِی عَنْ حَمْلِ الْاَسْفَار (احیاء العلوم کی احادیث پر)

عبدالرحیم بن حسین عراقی رحمہ اللہ۔م ۸۰۶ھ

تَشْیِیْدُ الْمَبَانِیْ فِیْ تَخْرِیْجِ اَحَادِیْثِ مَکْتُوْبَاتِ الْاِمَامِ الرَّبَّانِیْ

شیخ محمد سعید بن صبغۃ اللہ مدراسی

اُصُوْلُ التَّخْرِیْجِ وَدَرَاسَةِ الْاَسَانِیْد — ڈاکٹر محمود طحان

[طرق واصول تخریج کی اہم ترین کتاب]

۲۴۔مَفَاتِیْح وَفَهَارِس: وہ کتب جن میں کسی کتاب کی احادیث کی فہرست ہو۔ پھر یہ فہرست کبھی حروف تہجی یعنی احادیث کے اولین حرف کے اعتبار سے ہوتی ہے جیسے:

- مِفْتَاحُ الصَّحِیْحَیْن
- مفتاحُ اَحادیثِ مؤطامالک
- فِهْرَسٌ لِاَحَادِیْثِ مُسْلِمِ الْقَوْلِیَّة

اور کبھی موضوع کے لحاظ سے یعنی کسی خاص لفظ و عنوان کا جن احادیث میں تذکرہ ہو صرف اُن کو لیا جاتا ہے۔ جیسے:

ڈ مِفْتَاحُ كُنُوْزِ السُّنَّة [مع صحاح ستہ کے چودہ کتب کی فہرست]

ڈ اَلْمُعْجَمُ الْمُفَهْرَسُ لِاَلْفَاظِ الْحَدِيْثِ النَّبَوِیّ

[یہ صحاح ستہ، مؤطا مالک، مسند احمد اور مسند دارمی کی فہرست ہے، اس موضوع پر نہایت ضخیم و وسیع ترین کتاب ہے]

ڈ فهرست لا لفاظِ الترمذی

ڈ فهرست لالفاظِ صحیح مسلم وغیرہ۔

۲۵۔ كُتُبِ اَوَائِل: وہ کتب جن میں حدیث کے پہلے لفظ و کلمہ کو مد نظر رکھتے ہوئے حروف تہجی کے اعتبار سے احادیث کو جمع کیا گیا ہو، خواہ مقصود صرف احادیث کا ذکر و جمع ہو جیسے امام سیوطی رحمہ اللہ کی الجامع الصغیر اور الجامع الکبیر [جن میں دسیوں کتب حدیث میں ذکر کردہ احادیث کو جمع کیا گیا ہے] یا پھر کوئی خاص بات پیش نظر ہو مثلاً جو احادیث زبان زد عوام و خواص ہیں خواہ پھر ان کی حیثیت قوت و ضعف کے اعتبار سے کچھ بھی ہو جیسے:

ڈ المقاصدُ الحسنه علامہ سخاوی رحمہ اللہ (م ۹۰۲ھ)

ڈ كَشْفُ الْخِفَاء وَمُزِيْلُ الْاِلْبَاس عجلونی رحمہ اللہ (م ۱۱۶۲ھ)

۲۶۔ مجموعے اور بحرُ الاسانید: وہ کتاب جس میں احادیث کے زیادہ سے زیادہ متون جمع کیے گئے ہوں یعنی احادیث کا بڑا اور وسیع ترین ذخیرہ اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہو جیسے:

ڈ بحر الاسانید حافظ حسن احمد سمرقندی رحمہ اللہ (م ۴۹۱ھ)

[بقول علامہ ذہبی رحمہ اللہ جس میں ایک لاکھ احادیث جمع ہیں]

ڈ جامعُ المَسانِید لابن جوزی رحمہ اللہ (م ۵۹۷ھ)

[جو صحیحین اور ترمذی و مسند احمد کی جامع ہے]

ڈ جامع المسانید والسنن ابن کثیر رحمہ اللہ (م۷۷۴ھ)

[جو صحاح ستہ، مسند احمد، مسند بزار، مسند ابویعلی، معجم الکبیر طبرانی یعنی دس کتابوں کی جامع ہے]

ڈ مَجْمَعُ الزَّوَائِدِ وَمَنْبَعُ الْفَوَائِدِ لابی الحسن ہیثمی رحمہ اللہ (م۸۰۷ھ)

[جس میں مسانید احمد، بزاز، ابویعلی اور طبرانی کے تینوں معاجم میں ذکر کردہ روایات جمع ہیں جو صحاح ستہ میں نہیں ہیں]

ڈ جمع الفوائد لمحمد بن مغربی رحمہ اللہ (م۱۰۹۴ھ)

[جس میں جامع المسانید میں شامل کتب کے علاوہ سنن دارمی، مؤطا مالک، طبرانی کی اوسط اور صغیر بھی شامل ہیں]

ڈ مَصَابِیْحُ السُّنَّه لامام بغوی رحمہ اللہ (م۵۱۶ھ)

اور اس پر اضافہ

ڈ مشکوٰۃُ المصابیح لخطیب تبریزی رحمہ اللہ (م۷۴۳ھ)

[یہ بھی بہت سی کتب کا مجموعہ ہے]

ڈ جَمْعُ الْجَوَامِعُ لامام سیوطی رحمہ اللہ

جس کا دوسرا نام الجامع الکبیر بھی ہے مجموعات کے سلسلہ کی آخری و نہایت اہم کڑی جس میں بقولِ بعض ۵۰ کتب اور بقول بعض تمام احادیث کو جمع کرنے کا سیوطی رحمہ اللہ نے قصد کیا تھا، مگر اپنے پروگرام کے مطابق اس کو مکمل نہ کر سکے]

ڈ کَنْزُ الْعُمَّال فِیْ سُنَنِ الْاَقْوَالِ وَالْاَفْعَال

لشیخ علی بن حسام الدین متقی الہندی رحمہ اللہ (م۹۷۵ھ)

[یہ کتاب سیوطی رحمہ اللہ کی جمع الجوامع ہی کی ترتیب پر ہے۔ جس میں (۴۶۶۲۴) روایات جو لفظاً غیر مکرر ہیں، موجود ہیں]

۲۷۔ جمع اسانید اور تحقیق روایت بالمعنی والفاظ النبی ﷺ : وہ کتاب جس میں کسی ایک مسئلے پر آنے والی حدیث کے تمام طرق واسانید کو تمام کتبِ حدیث میں سے تخریج کرکے ان سب طرق کو جمع کیا جائے اور پھر ان متون کے الفاظ پر غور کرکے کمی بیشی کو دیکھا جاتا ہے اور ان کے متون میں باہمی اختلافِ الفاظ سے اختلاف معنی پر غور کیا جاتا ہے پھر یہ کوشش کرنا کہ اصل الفاظِ حدیث کون سے ہیں اور کون سے الفاظ رواۃ کے روایت بالمعنی کے ہیں، جس سے حدیث نبوی ﷺ کے اصل الفاظ متعین ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک انوکھا طرز اور بلاشبہ ایک مجتہدانہ سعی ہے۔ اس منفرد طرز پر **قدوۃ المحدثین رئیس المفسرین حضرت مولانا حسین علی الوانی پنجابی** رحمہ اللہ (بانی اشاعت التوحید والسنت) کی کتب درج ذیل ہیں :

- تَحْرِیْرَاتُ الْحدیث عَلٰی اُصُوْلِ التَّحْقِیْق — علامہ محمد حسین شاہ نیلوی رحمہ اللہ
- تَحْقِیْقَاتُ الحدیث (قلمی) — علامہ محمد حسین شاہ نیلوی رحمہ اللہ
- فَتْحُ الْمُغِیْث فِیْ شَرْحِ تَحْرِیْرَاتِ الْحَدِیْث — علامہ محمد حسین شاہ نیلوی رحمہ اللہ

[مرید و تلمیذ حضرت الوانی رحمہ اللہ تحریراتِ حدیث کی شرح جو کئی جلدوں پر مشتمل ہے]

دیگر طرز کی کتب حدیث:

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے علمائے امت ہیں جنہوں نے بہت بہترین انداز میں حدیث کی خدمت کی ہے اور مختلف طرز پر کتابیں لکھی ہیں۔ مثلاً:

۲۸۔ کتب حدیث متداولہ خصوصاً صحاح ستہ وغیرہ کی شروح جن میں سے بعض کا ذکر اگلے صفحات میں آرہا ہے۔

۲۹۔ احادیث کے الفاظ معنی اور مشکلات کا حل یعنی احادیث کی ڈکشنری۔

۳۰۔ وہ کتبِ تفسیر جن میں احادیث کو تفسیر کے طور پر جمع کیا گیا ہو جیسے :

- الدر المنثور — سیوطی رحمہ اللہ
- جامع البیان — طبری (م ۳۱۰ھ)

۳۱۔ کتب احکام جن میں صرف وہ احادیث جمع ہیں جن کا تعلق احکام و مسائل سے ہو جیسے :

⁂	اَلْاِلْمَام فِيْ اَحَادِيْثِ الْاَحْكَام	لابن دقيق العيد مالکی رحمہ اللہ (م ۷۰۲ھ)
⁂	عُمْدَۃُ الْاَحْکَام	لتقی الدین عبد الغنی حنبلی رحمہ اللہ
⁂	بُلُوْغُ الْمُرَام	ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ
⁂	اَلْمُنْتَقٰی فِی الاُحکام	لامام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (م ۶۵۲ھ)

۳۲۔ وہ کتب جن میں ایک خاص موضوع پر احادیث وآثار جمع ہوں جیسے:

⁂	کتاب الزھد	امام احمد رحمہ اللہ (م ۲۴۱ھ)
⁂	کتابُ ذَمِّ الدنیا	لابن ابی دنیا رحمہ اللہ (م ۲۸۱ھ)
⁂	کتاب الذھد و کتاب الجھاد	لعبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ (م ۱۸۱ھ)
⁂	کتابُ الْفِتَنْ وَالْمَلَاحِمْ	لابی عبد اللہ مروزی رحمہ اللہ (م ۲۲۸ھ)
⁂	کتاب الذکر والدعاء	لابی یوسف رحمہ اللہ (م ۱۸۲ھ)
⁂	کتاب فضائلِ الصحابہ	لابی نعیم اصبہانی رحمہ اللہ (م ۴۳۰ھ)

طبقات المحدثین

باعتبار قبول وغیر قبول، محدثین کی پانچ اقسام ہیں:

پہلا طبقہ: وہ کتابیں جن میں مصنفین نے اپنی شرائط پر احادیثِ صحیح لانے کا التزام کیا ہو۔ جیسے: صحیح بخاری، صحیح مسلم، مؤطا امام مالک، صحیح ابن حبان، صحیح ابن خُزیمہ، صحیح ابی عوانہ، مختارۃ ضیاء مقدسی، صحیح ابن سکن، منتقی ابن جارود، صحیح حاکم۔

دوسرا طبقہ: وہ کتابیں جن میں مصنفین نے یہ التزام کیا ہو کہ کوئی حدیث درجہ حسن سے کم نہ ہو اور اگر کوئی حدیث ضعیف ہو تو اُس پر تنبیہ کا اہتمام بھی کیا ہے۔ اور جن سے سکوت کیا ہو تو وہ بھی کم از کم اِن کے نزدیک حسن ہوں گی یعنی جس میں حدیث صحیح، حسن اور ضعیف ہر طرح کی موجود ہوں مگر ان کی ضعیف احادیث ان کے نزدیک حسن کے قریب ہیں۔ جیسے: سنن ابی داؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی، مسند احمد۔

تیسرا طبقہ: جن میں صحیح، حسن، صالح، ضعیف، منکر، موضوع ہر نوع کی احادیث ہوں۔ ان کی اکثر احادیث قابل عمل نہیں جیسے: سنن ابن ماجہ، مسند طیالِسی، زیاداتِ ابن احمد بن حنبل، مُصَنَّف عبدالرزاق، منصف ابی بکر بن ابی شیبہ، مسند سعید بن منصور، مسند ابی یَعْلٰی۔ مسند بزّار، مسند ابن جریر، تہذیب ابن جریر، تفسیر ابن جریر، تاریخ ابن مرْدَوُیہ، ابن مردویہ، معاجم طبرانی، سنن دار قطنی، غرائب دار قطنی، طحاوی، سنن بیہقی، شعب الایمان بیہقی، حِلیَہ ابی نعیم۔

چوتھا طبقہ: جن کی تمام احادیث ضعیف ہو ں الاماشاء اللہ جیسے: نَوَادِرُالْاُصُول حکیم ترمذی، مَسْنَدُ الْفِرْدَوْس دَیْلَمِی، کتابُ الضُّعَفَاء عُقَیْلِی، کامل ابن عَدِی ،کتاب الضعفاء ابن حَبَّان، ابن شاهین ، تاریخ الخلفاء ، تاریخ نجار ،تاریخ خطیب بغدادی ،تاریخ ابن عَسَاکِر۔

پانچواں طبقہ: وہ کتب جن میں موضوع (من گھڑت) احادیث جمع ہوں جیسے: موضوعات لابن جوزی ، موضوعات کبرٰی لملاعلی قاری رحمہ اللہ ، موضوعات شیخ محمد طاهر نهروانی ، تَذْکِرَۃُ الْموضوعات محمد طاهر فتنی رحمہ اللہ (م۹۸۶ھ) اَلْاٰثَارُ الْمَرْفُوْعَه فِي الْاَحَادِيْثِ الْمَوْضُوْعَه لعبد الحی لکھنوی رحمہ اللہ (م۱۳۰۴ھ)۔

طبقات الرواۃ

رُوات کے بھی پانچ طبقات ہیں:

الطبقۃُ الاولیٰ: کَثِیْرُ الضَّبْطِ وَالْاِتْقَانِ وَکَثِیْرُ الْمُلَازَمَۃِ لِشُیُوْخِھِمْ۔

وہ روات جو اتقان اور ضبط میں باقی راویوں سے افضل واعلیٰ ہوں نیز انہیں اپنے اساتذہ وشیوخ کی صحبت بھی تادیر نصیب ہوئی ہو۔ جیسے ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کے تلامذہ میں سے امام مالک رحمہ اللہ، عقیل بن خالد الایلی رحمہ اللہ، یونس بن یزید الذہلی، سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ، شعیب بن ابی حمزہ رحمہ اللہ وغیرہ اسی طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔

الطبقۃُ الثانِیہ: کثیر الضبط والاتقان وَقَلِیْلُ الْمُلَازَمَۃ

یہ وہ روات ہیں جو ضبط اور اتقان میں طبقہ اولیٰ کے رواۃ کے مساوی ہوتے ہیں لیکن اساتذہ کی صحبت انہیں کم نصیب ہوئی ہے۔ جیسے امام اوزاعی رحمہ اللہ، امام لیث بن سعد مصری رحمہ اللہ، علامہ عبدالرحمان بن ابی ذئب رحمہ اللہ، نعمان بن راشد رحمہ اللہ، عبدالرحمان بن خالد بن مسافر رحمہ اللہ وغیرہ۔

الطبقۃُ الثالِثہ: قَلِیْلُ الضَّبْطِ وَالْاِتْقَانِ وَکَثِیْرُ الْمُلَازَمَۃ

یہ راوی ضبط واتقان میں پہلے دونوں قسم کے رواۃ سے کچھ کم ہوتے ہیں لیکن شیخ کی صحبت وملازمت میں کم نہیں ہوتے۔ جیسے: سفیان بن حسین السلمی، جعفر بن مرقان، زمعہ بن صالح مکی، اسحاق بن یحییٰ الکلبی وغیرہ۔

الطبقۃُ الرابِعۃ: قَلِیْلُ الضَّبْطِ وَالْاِتْقَان وَقَلِیْلُ الْمُلَازَمَۃِ۔مَا مُوْنٌ عَنْ غَوَائِلِ الْجَرْحِ۔

یہ حضرات طبقہ ثالثہ کے روات سے ضبط واتقان میں کم تو نہیں ہوتے لیکن انہیں ملازمت اور صحبت میں کمی رہتی ہے اور جرح سے بھی محفوظ ہوتے ہیں۔ جیسے: ربیعہ بن صالح رحمہ اللہ، مثنیٰ بن صباح رحمہ اللہ، اسحاق بن عبداللہ رحمہ اللہ، امیہ بن صالح بن ابی فروہ مدنی رحمہ اللہ، معاویہ بن یحیٰ الصدفی رحمہ اللہ، ابراھیم بن یزید مکی رحمہ اللہ وغیرہ۔

الطبقةُ الخامِسَة: قليل الضبط والاتقان وقليل الاملازمةِ مَعَ غَوَائِلِ الجَرْحِ (اَلضُّعَفَاء وَالْمَجَاهِيْل)

یہ وہ رواۃ ہیں جو قلیل الضبط و قلیل الملازمۃ ہونے کے ساتھ ساتھ، حضرات حفاظ اور اصحاب جرح وتعدیل کی نظر میں مجروح بھی ہوتے ہیں جیسے عبد القدوس بن حبیب شامی، محمد بن سعید مصلوب، عبداللہ بن مستورد، عبداللہ بن مشداد، حکیم بن عبد اللہ العیلی اور بحر بن کثیر السقاء وغیرہ۔

ڈ یہ سب رواۃ امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کے تلامذہ ہیں۔

بیان صِحَاحِ سِتّہ، مصنفین اور اُن کے حالات

صحاح ستہ سے مراد متداولہ یہ چھ کتابیں ہیں:

(۱) صحیح بخاری (۲) صحیح مسلم (۳) جامع ترمذی

(۴) سنن ابی داوٗد (۵) سنن نسائی (٦) سنن ابن ماجہ

ڈ بعض علماء کے ہاں صحاح ستہ کی چھٹی کتاب موٗطاامام مالک ہے۔

ڈ اِن چھ کتابوں کو صحاح تغلیباً کہا جاتا ہے کیونکہ صحیح تو صرف بخاری و مسلم ہی ہیں۔

ڈ پہلے دو بخاری و مسلم کو صحیحین اور باقی چار ترمذی، نسائی، ابی داوٗد، ابن ماجہ کو سنن اربعہ کہا جاتا ہے۔

جامع صحیح بخاری

نام: اَلْجَامِعُ الصَّحِیْحُ الْمُسْنَدُ الْمُخْتَصَرُ مِنْ اُمُوْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَسُنَنِهٖ وَاَیَّامِهٖ

تعداد احادیث: رائج الوقت نسخہ کی تعداد روایات میں دو اقوال ہیں:

(۱) کل روایات ۱۰۵۶۸ جن میں سے کل احادیث مرفوعہ ۷۲۷۵، بحذف تکرار ۴۰۰۰، معلق ۱۳۴۱، متابعات ۳۴۴، آثار ۱۶۰۸ ہیں۔

(۲) کل مرویات ۱۰۶۹۰ جن میں سے احادیث مرفوعہ ۷۳۹۷، بحذف تکرار ۲۶۰۲۔

مصنف: امیر المؤمنین فی الحدیث وناصِرُ الحدیث النبویۃ ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراهیم بن مغیرہ بن بَرْدِزْبَہ البخاری۔

تاریخ وجائے پیدائش: بمقام بخارا بعد نماز جمعہ ۱۳ شوال ۱۹۴ھ

تاریخ وجائے وفات: بمقام خرتنگ بعد نماز عشاء یکم شوال ۲۵۶ھ، کل عمر ۶۲ سال

مسلک: شافعی (طبقات شافعیہ) حنفی (عند بعضِ الاحناف)
مجتہد مطلق (عند الجمہور کما فی، نافع کبیر، کشف الحجاب)

بعض شیوخ امام بخاری رحمہ اللہ:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ	امام یحییٰ بن معین حنفی رحمہ اللہ
امام علی بن مدینی رحمہ اللہ	امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ
علامہ یحییٰ بن یحییٰ نیشاپوری رحمہ اللہ	علامہ مکی ابن ابراھیم بلخی رحمہ اللہ
علامہ محمد بن عیسیٰ بندادی رحمہ اللہ	علامہ عبد اللہ بن رجاء بصری رحمہ اللہ
علامہ خلاد بن یحییٰ کوفی رحمہ اللہ	علامہ قتیبہ بن سعید رحمہ اللہ

بعض تلامذہ امام بخاری رحمہ اللہ:

امام مسلم بن حجاج رحمہ اللہ — امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ

علامہ ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ — امام ابو عبدالرحمن نسائی رحمہ اللہ

علامہ ابوحاتم رازی رحمہ اللہ — علامہ ابن خزیمہ رحمہ اللہ

ابوالقاسم بغوی رحمہ اللہ

اور صحیح بخاری کے نسخوں کے بارہ ناقلین حضرات۔

شروح بخاری: بخاری کے بہت زیادہ شروح ہیں جن میں سے بعض معروف یہ ہیں:

- إعلامُ السُّنن — لعلامہ خطابی رحمہ اللہ
- شَرحُ البخاری — لعلامہ ابن بطال رحمہ اللہ
- عُمدَۃُ القاری — لعلامہ بدرالدین عینی حنفی رحمہ اللہ [۲۵ اجزاء پر مشتمل]
- فتحُ البارِی — حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ [۱۷ اجلدوں پر مشتمل]
- اِرشادُالساری — علامہ شہاب الدین قسطلانی رحمہ اللہ [۱۰ اجلدوں پر مشتمل]
- تِیسیرُ القاری [فارسی میں] — مولانا نورالحق بن شیخ عبدالحق دھلوی رحمہ اللہ
- فَیضُ البارِی — مولانا بدرعالم رحمہ اللہ [تقریر شاہ انوشاہ کشمیری رحمہ اللہ]

- لَامِعُ الدَّرَارِی — مولانا محمد یحیٰ رحمہ اللہ
  [تقریر مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ]
- تقریر الجنجوھی علی صحیح البخاری — مولانا حسین علی رحمہ اللہ
- تعلیقات علی البخاری — شیخ القرآن مولانا محمد طاہر رحمہ اللہ
- تقریر بخاری — شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ
- الھام الباری فی حل مشکلات البخاری
  شیخ الحدیث قاضی شمس الدین رحمہ اللہ
- تسھیل بخاری — شیخ مولانا افضل خان شاپور رحمہ اللہ
- تحفۃ الباجوری لمن ارادان یتتبع فی الصحیح للامام البخاری
  شیخ عبدالجبار باجوڑی مدظلہ العالی

دیگر تصانیف امام بخاری رحمہ اللہ:

- قضایا الصحابۃ والتابعین
- الادب المفرد
- جزء رفع الیدین
- جزء القرأۃ خلف الامام
- تاریخ کبیر
- تاریخ اوسط
- تاریخ صغیر
- خلق افعال العباد
- کتاب الضعفاء
- برالوالدین

صحیح المسلم

نام کتاب: اَلْجَامِعُ الصَّحِیْحُ الْمُسْلِمُ۔

تعداد احادیث: علامہ ابو الفضل کی تحقیق کے مطابق ۱۲۰۰۰ احادیث اور امام جزائری کے نزدیک ۸۰۰۰ اور بحذف تکرار بالاتفاق ۴۰۰۰ احادیث صحیح ہیں جبکہ تعلیقات ۱۷ اور آثار بہت کم ہیں۔

مصنف: عَسَاکِرُ الْمِلَّةِ وَالدِّیْن ابوالحسین مسلم بن حجاج بن مسلم بن ورد بن کرشاد القشیری النیشاپوری۔

تاریخ وجائے پیدائش: بمقام نیشاپور عندالجمہور ۲۰۶ھ

تاریخ وجائے وفات: بمقام نیشاپور بروز اتوار ۲۶۱ھ، کل عمر ۵۵ سال

مسلک:

ڈ شافعی عندالشوافع ڈ حنبلی طبقات حنابلہ

ڈ مجتہد فی المسائل عند شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ

چند شیوخ امام مسلم رحمہ اللہ:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ امام بخاری رحمہ اللہ

اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ امام ذہلی رحمہ اللہ

علامہ قعبنی رحمہ اللہ امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ

علامہ سعید بن منصور رحمہ اللہ علامہ قتیبہ بن سعید رحمہ اللہ

چند تلامذہ امام مسلم رحمہ اللہ:

امام ترمذی رحمہ اللہ علامہ ابن حزیمہ رحمہ اللہ

علامہ ابو حاتم رازی رحمہ اللہ علامہ احمد بن سلمیٰ رحمہ اللہ

عبدالرحمن ابی حاتم رحمہ اللہ اور ناقلین صحیح مسلم۔

شروح مسلم: علماء نے مسلم کی قریباً ۳۳ شروح لکھی ہیں جن میں سے معروف یہ ہیں:

- اَلْمِنْهَاج — علامہ نَوَوِی شافعی رحمہ اللہ [مختصر دو جلدوں میں]
- منهاجُ الاِبْتِهَاج — علامہ قسطلانی رحمہ اللہ [آٹھ جلد]
- اَلدِّیْبَاج — علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ
- اِکْمَالُ الْمُعْلِمْ شرح مسلم — علامہ قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ
- اَلْمَطَرُ السَّجَاج — علامہ شاہ ولی اللہ ہندی رحمہ اللہ
- شرح مسلم — علامہ فخر الدین رحمہ اللہ

[فارسی میں] (پوتا جناب شیخ عبد الحق دھلویؒ)

- تقریر الجنجوهی علی صحیح مسلم — مولانا حسین علی الوانی رحمہ اللہ
- فَتْحُ الْمُلْهِمْ — علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ
- تعلیقات علی صحیح مسلم — شیخ القرآن مولانا محمد طاہر رحمہ اللہ
- تقریر مسلم — شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ
- الهام الملهم شرح صحیح المسلم — شیخ الحدیث قاضی شمس الدین رحمہ اللہ

دیگر تصانیف:

- المسند الکبیر
- الجامع الکبیر
- کتاب العلل
- کتاب الاسماء و الکُنیٰ
- مسند صحابہ رضی اللہ عنہم
- کتاب حدیث عمرو بن شعیب رحمہ اللہ
- کتاب مشائخ امام مالک
- کتاب مَن لیس لہ' اِلّا رَاوٍ وَاحِدٍ
- کتاب اوھام المحدثین
- کتاب سوالات امام احمد رحمہ اللہ

جامع ترمذی

نام کتاب: جَامِعُ التِّرْمِذِی

تعداد احادیث: ۳۹۵۶

مصنف: ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسی بن ضحاک السلمی البوغی الترمذی رحمہ اللہ۔

تاریخ وجائے پیدائش: بمقام ترمذ بمطابق قول راجح ۲۰۹ھ

تاریخ وجائے وفات: بمقام ترمذ بروز پیر رجب ۲۷۹ھ، کل عمر ۷۰ سال

مسلک: شافعی (العَرفُ الشَّذِیُ وقال السبکی ایضاً)

چند شیوخ امام ترمذی رحمہ اللہ:

امام بخاری رحمہ اللہ، امام مسلم رحمہ اللہ

قتیبہ بن سعید رحمہ اللہ، اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ

ابوداؤد رحمہ اللہ، امام دارمی رحمہ اللہ

محمود بن غیلان رحمہ اللہ، احمد بن منیع رحمہ اللہ

محمد بن المثنیٰ رحمہ اللہ، محمد بن بشار رحمہ اللہ

محمد بن عمرو رحمہ اللہ، یحییٰ بن سعید الانصاری رحمہ اللہ۔

چند تلامذہ امام ترمذی:

ابو العباس محمد بن احمد المحبوبی المروزی رحمہ اللہ، احمد بن یوسف النسفی رحمہ اللہ

ابو حامد احمد بن عبد المروزی رحمہ اللہ، محمد بن محمود رحمہ اللہ

ہثیم بن کلیب الشاشی رحمہ اللہ، عبد بن محمد النسفی رحمہ اللہ

داؤد بن نصر بن سہل البزدوی رحمہ اللہ

شروح ترمذی:

- قُوتُ الْمُغْتَذِی — علامہ سیوطی رحمہ اللہ
- عَارِضَةُ الْاَحْوَذِیْ بِشَرح جامع الترمذی — ابن العربی رحمہ اللہ
- شَرحُ الجامِع لِلتِّرمِذِی المعروف شرح السندھی

علامہ ابو طیب سندھی رحمہ اللہ

- اَللُّبُ وَاللُّبَاب فِیْ مَا یَقُوْلُ التِّرمِذِیْ وَفِی الْبَاب — ابن حجر رحمہ اللہ
- اَلْکَوْکَبُ الدُّرِّیْ عَلٰی جَامِعِ التِّرمِذِیْ — مولانا یحییٰ تقریر گنگوھی رحمہ اللہ
- اَلْوَرْدُ الشَّذِیْ لِلتِّرمذی — شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی رحمہ اللہ
- تقریر ترمذی — شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ
- اَلْعُرْفُ الشَّذِیْ علی جامعِ الترمذی — مولانا محمد چراغ تقریر شاہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ
- تحفة الاحوذی — **علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ**
- مَعَارِفُ السُّنَن — علامہ محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ
- دَرْسِ ترمذی — مولانا محمد تقی عثمانی صاحب
- المسک الشذی علی مقدمة الترمذی — شیخ عبد الجبار باجوڑی

دیگر تصانیف امام ترمذی رحمہ اللہ:

- کتاب العلل
- کتاب المفرد
- کتاب التواریخ
- کتاب الزھد
- کتاب الاسماء والکنی
- شمائل للترمذی
- تفسیر ترمذی

سنن ابی داؤد

نام کتاب: سنن ابی داؤد

تعداد احادیث: ۵۲۷۴

مصنف: ابو داؤد سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد سجستانی رحمہ اللہ

تاریخ وجائے پیدائش: بمقام سجستان بروز جمعہ ۱۶ شوال ۲۰۲ھ

تاریخ وجائے وفات: بمقام بصرہ بروز جمعہ ۱۶ شوال ۲۷۵ھ۔ کل عمر ۷۳ سال

مسلک: شافعی (طبقات شافعیہ) یا حنبلی (کما قال شیخ الاسلام ابن تمیہ رحمہ اللہ)

چند شیوخ امام ابو داؤد رحمہ اللہ:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ — عبداللہ بن مسلمہ رحمہ اللہ

ابو الولید طیالسی رحمہ اللہ — یحییٰ بن معین رحمہ اللہ

علی بن المدینی رحمہ اللہ — محمود بن غیلان رحمہ اللہ

قتیبہ بن سعید رحمہ اللہ — محمد بن بشار رحمہ اللہ

محمد بن بناء رحمہ اللہ — عثمان بن ابی شیبہ رحمہ اللہ

مسلم بن ابراہیم رحمہ اللہ

چند تلامذہ امام ابو داؤد رحمہ اللہ:

ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ — ابو عبدالرحمان نسائی رحمہ اللہ

ابو علی اللؤلؤی رحمہ اللہ — عبدالرحمان نیشاپوری رحمہ اللہ

ابو بکر عبداللہ ابن ابو داؤد رحمہ اللہ — ابو بکر محمد بن داستہ رحمہ اللہ

احمد بن محمد خلال رحمہ اللہ — احمد بن الاعرابی رحمہ اللہ

ابو عیسیٰ اسحاق رملی رحمہ اللہ

شروح ابی داؤد:

- ڈ رحمہ اللہ مَعَالِمُ السنن علامہ ابو سلیمان الخطابی رحمہ اللہ
- ڈ تھذیب السنن حافظ ابن قیم رحمہ اللہ
- ڈ مِرْقَاۃُ الصَّعُوْد علامہ سیوطی رحمہ اللہ
- ڈ اِقْتِضَاءُ السنن علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ
- ڈ بَذْلُ الْمَجْھُوْد مولانا خلیل احمد کاندھلوی رحمہ اللہ
- ڈ اَلتَّعْلِیْقُ الْمَحْمُوْد مولانا فخر الحسن گنگوھی رحمہ اللہ
- ڈ عون المعبود علی سنن ابی داؤد مولانا حسین علی الوانی رحمہ اللہ
- ڈ کشف الودود شرح سنن ابی داؤد شیخ الحدیث قاضی شمس الدین رحمہ اللہ
- ڈ تقاریر شیخ الھند مولانا عبد الحفیظ بلیاوی رحمہ اللہ
  [ابوداؤد اور ترمذی کی تقریر]
- ڈ فَتْحُ الْوَدُوْد فِیْ حَلِّ قَالَ ابو داؤد
  شیخ التفسیر والحدیث عبد الغنی جاجروی رحمہ اللہ
- ڈ فیض الودود علی سنن ابی داؤد شیخ عبد الجبار باجوڑی حفظہ اللہ

دیگر تصانیف امام ابو داؤد رحمہ اللہ:

- ڈ کتاب المراسیل
- ڈ الرد علی القدریۃ ڈ الناسخ والمنسوخ
- ڈ کتاب المسائل ڈ دلائل النبوۃ
- ڈ کتاب التفسیر ڈ کتاب نظم القرآن
- ڈ کتاب الزھد ڈ کتاب فضائل القرآن
- ڈ کتاب بدءِ الوحی ڈ فضائل الانصار

{سنن نسائی}

نام کتاب: اَلْمُجْتَبیٰ مَعْرُوْف بِسُنَنِ صغریٰ، سنن نَسَائی رحمہ اللہ

تعداد احادیث: ۵۳۱۴ (بحذف تکرار)

مصنف: ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب بن علی بن بحر بن سنان النسائی رحمہ اللہ

تاریخ وجائے پیدائش: بمقام نساء ۲۱۵ھ

تاریخ وجائے وفات: بمقام مکہ یا رملہ اتوار ۱۳ صفر ۳۰۳ھ، کل عمر ۸۸ سال

مسلک: شافعی [عندالجمہور] حنبلی [کما قال علامہ کشمیری رحمہ اللہ وعلامہ سندھی رحمہ اللہ]

چند شیوخ امام نسائی رحمہ اللہ:

امام بخاری رحمہ اللہ — امام ابوداؤد رحمہ اللہ

امام اسحق بن راہویہ رحمہ اللہ — امام ابوزرعہ رحمہ اللہ

امام ابوحاتم رحمہ اللہ — امام محمد بن بشار رحمہ اللہ

امام سعید بن منصور رحمہ اللہ — امام ابوحنیفہ کوفی رحمہ اللہ

امام قتیبہ ابن سعید رحمہ اللہ — امام ترمذی رحمہ اللہ

امام محمود بن غیلان رحمہ اللہ

چند تلامذہ امام نسائی: رحمہ اللہ

علامہ عبدالکریم ابن نسائی رحمہ اللہ — ابو قاسم طبرانی رحمہ اللہ

ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ — ابو بشر دولابی رحمہ اللہ

محمد بن ھارون رحمہ اللہ — علامہ محمد بن قاسم رحمہ اللہ

احمد بن محمد رحمہ اللہ — ابو عوانہ رحمہ اللہ

ابن اسحاق رحمہ اللہ

شروح نسائی:

- اَلْاِمْعَان — علامہ ابوالحسن انصاری رحمہ اللہ
- زَهْرُ الرَّبِی عَلَی الْمُجْتَبیٰ — علامہ سیوطی رحمہ اللہ
- شَرْحُ اِبْنِ الْمُلَقِّنْ — علامہ ابو حفص عمرو بن علی رحمہ اللہ
- تعلیقاتِ سندھی — علامہ محمد بن عبدالحاوی سندھی رحمہ اللہ
- تعلیقات علی النسائی — مولانا رشید احمد گنگوھی رحمہ اللہ اور مولانا خلیل احمد رحمہ اللہ

دیگر تصانیف امام نسائی رحمہ اللہ :

- خصائصِ علی رضی اللہ عنہ
- فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم
- مسند علی رضی اللہ عنہ
- مسند مالک
- السنن الکبریٰ
- کتاب الضعفاء والمتروکین
- اسماء الرواۃ
- کتاب المدلسین
- کتاب الاعراب
- عمل الیوم واللیلۃ
- مناسک الحج
- کتاب الجمعہ
- فقہاء الامصار
- کتاب الطبقات
- التمیز
- الجرح والتعدیل
- معرفۃ الاخوۃ والاخوات من العلماء والرواۃ

سنن ابن ماجہ

نام کتاب: سنن ابن ماجہ

تعداد احادیث: کل احادیث ۴۰۰۰ ہیں۔

مصنف: ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن عبد اللہ ابن ماجہ الربیعی القزوینی رحمہ اللہ

تاریخ وجائے پیدائش: بمقام قزوین اصفہان ۲۰۹ھ

تاریخ وجائے وفات: بمقام قزوین بروز پیر ۲۲ رمضان ۲۷۳ھ، کل عمر ۶۴ سال

مسلک: شافعی [العرف الشذی]

چند شیوخ امام ابن ماجہ رحمہ اللہ:

امام ذہلی رحمہ اللہ	محمد بن مثنیٰ رحمہ اللہ
ابو بکر بن ابی شیبہ رحمہ اللہ	محمد بن بشار رحمہ اللہ
عثمان بن ابی شیبہ رحمہ اللہ	یحییٰ بن حکیم رحمہ اللہ
محمد بن یحییٰ نیشاپوری رحمہ اللہ	

چند تلامذہ امام ابن ماجہ رحمہ اللہ:

احمد بن ابراہیم القزوینی رحمہ اللہ	جعفر بن ادریس رحمہ اللہ
محمد بن عیسیٰ رحمہ اللہ	ابراہیم بن دینار رحمہ اللہ
سلیمان بن یزید القزوینی رحمہ اللہ	ابو الحسن قطان رحمہ اللہ
سعدون رحمہ اللہ	ابو بکر حامد ابہری رحمہ اللہ

شروح ابن ماجہ:

ڈ	مِصْبَاحُ الزُّجَاجَة عَلٰی اِبْنِ مَاجَة	علامہ سیوطی رحمہ اللہ
ڈ	اِنْجَاحُ الْحَاجَة شَرحِ اِبْنِ مَاجَه	شاہ عبدالغنی محدث دھلوی رحمہ اللہ
ڈ	شَرحُ اِبن ماجة	ابوالحسن سندھی رحمہ اللہ

ڈ مَاتَمَسُّ اِلَيْهِ الْحَاجَةلِمَن يُّطَالِعُ ابن ماجة

علامہ عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ

[نہایت مفید مقدمہ علم حدیث]

ڈ	مِفْتَاحُ الْحَاجَة	شیخ محمد ہزاروی رحمہ اللہ
ڈ	حاشیہ ابن ماجة	فخرالحسن گنگوھی رحمہ اللہ

دیگر تصانیف:

ڈ تفسیر ابن ماجة ڈ التاریخ

نوٹ: صحاح ستہ کے علاوہ ہمارے دیار میں دورہ حدیث میں تین اور کتب مؤطامالک، مؤطا محمد اور طحاوی بھی شامل ہیں یہاں اُن کا بھی مختصر حال ذکر کیا جاتا ہے۔

موطا امام مالک

نام کتاب: موطا امام مالک

تعداد احادیث رحمہ اللہ: کل روایات ۱۷۰۰ جن میں ۶۰۰ مرفوع، ۲۲۲ مرسل، ۶۱۳ موقوف، ۲۸۰ تابعین کے فتاوے ہیں۔

مصنف: امام دارالھجرۃ ابو عبداللہ مالک بن انس بن مالک الاصبحی رحمہ اللہ

تاریخ و جائے پیدائش: بمقام مدینہ منورہ ۹۳ھ

تاریخ و جائے وفات: بمقام مدینہ منورہ ربیع الاول ۱۷۹ھ، کل عمر ۸۶ سال

مسلک: مجتہد [امام مسلک مالکی]

چند شیوخ امام مالک رحمہ اللہ:

امام نافع رحمہ اللہ — امام زہری رحمہ اللہ

سعید بن مسیب رحمہ اللہ — جعفر صادق رحمہ اللہ

عبداللہ بن دینار رحمہ اللہ — یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ

مسلمہ بن دینار رحمہ اللہ — ہشام بن عروہ رحمہ اللہ

ابن المنکدر رحمہ اللہ — ابو الزناد رحمہ اللہ

ربیعۃ الرائی رحمہ اللہ — عطاء خراسانی رحمہ اللہ

ایوب السختیانی رحمہ اللہ

چند تلامذہ امام مالک رحمہ اللہ:

سفیان ثوری رحمہ اللہ — سعید بن منصور رحمہ اللہ

عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ — امام اوزاعی رحمہ اللہ

امام ابو یوسف رحمہ اللہ — امام محمد الشیبانی رحمہ اللہ

امام لیث بن سعد مصری رحمہ اللہ — امام شافعی رحمہ اللہ

ابن عیینہ رحمہ اللہ — یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ

ابو وہب رحمہ اللہ — ابو علی حنفی رحمہ اللہ

ابو ولید طیالسی رحمہ اللہ — ابن جریج رحمہ اللہ

شروح موطا مالک:

- شرح مؤطا — علامہ خطابی رحمہ اللہ
- تفسیر المؤطا — علامہ عبدالمالک مالکی رحمہ اللہ
- تَنوِیرُ الحَوالِکُ — علامہ سیوطی رحمہ اللہ
- اَلمُسَوّٰی اور اَلمُصَفّٰی — شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ
- اَلمُحلّٰی بِاَسْرَارِ المُؤَطّا — علامہ سلام اللہ دھلوی رحمہ اللہ
- اَوجَزُ المَسَالِکُ فی شَرحِ مُؤطا امام مالک

شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ

- اَلتَّمهِیدُ لِمَافِی المُؤَطا مِنَ المَعَانِیْ وَالاَسَانِیدُ [۱۲ جلد]

علامہ عبدالبر قرطبی رحمہ اللہ (م ۴۶۳ھ)

- تَجرِیدُ التَّمهید

[۲ جلد میں جس کا خود مؤلف نے اختصار کیا ہے جو اب چھپ چکی ہے]

دیگر تصانیف:

- رسالہ فی الاقضیة
- رسالة فی اجماع اهل المدینة
- دیوان العلم
- کتاب فی النجوم و منازل القمر
- کتاب المناسک
- کتاب المجالسات
- رسالة الادب والمواعظ

موطا امام محمد

نام کتاب: موطا امام محمد

تعداد احادیث: کل احادیث ۱۱۸۰ جن میں ۱۰۰۵ امام مالک رحمہ اللہ سے، ۱۳۰ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے، ۱۴ ابو یوسف رحمہ اللہ سے اور ۷۵ دیگر محدثین سے مروی ہیں۔

مصنف: ابو عبداللہ محمد بن الحسن بن الفرقد الشیبانی الکوفی رحمہ اللہ

تاریخ وجائے پیدائش: بمقام واسط ۱۳۲ھ

تاریخ وجائے وفات: بمقام رَیّ ۱۸۷ھ، کل عمر ۵۵ سال

مسلک:۔ حنفی [مجتہد فی المذہب]

چند شیوخ امام محمد رحمہ اللہ:

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ — امام مالک رحمہ اللہ

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ — امام اوزاعی رحمہ اللہ

امام ابو یوسف رحمہ اللہ — امام مسعر بن کدام رحمہ اللہ

امام عمرو بن دینار رحمہ اللہ — امام زمعہ بن صالح رحمہ اللہ

امام بکیر بن عامر رحمہ اللہ

چند تلامذہ امام محمد رحمہ اللہ:

امام شافعی رحمہ اللہ — ابو سلیمان جوزجانی رحمہ اللہ

ہشام رازی رحمہ اللہ — قاسم بن سلام رحمہ اللہ

ابو حفص کبیر رحمہ اللہ — علی بن مسلم الطوسی رحمہ اللہ

خلف بن ایوب رحمہ اللہ — اسد بن فرات قیروانی رحمہ اللہ

ابو جعفر نسوی رحمہ اللہ — شعیب بن سلیمان کیسانی رحمہ اللہ

علی بن صالح جرجانی رحمہ اللہ

شروح مؤطا محمد:

ڈ شرح ملا علی قاری ملا علی قاری رحمہ اللہ (م ۱۰۱۴ھ)

[دو جلد میں]

ڈ اَلتَّعْلِیْقُ الْمُمَجَّدُ حَاشِیَة مُؤَطَّا اِمام محمد مولانا عبدالحہ لکھنوی رحمہ اللہ

ڈ شرح المؤطا علامہ ابراہیم بیری زادہ

[دو جلد میں]

دیگر تصانیف: تصانیف تقریباً ۹۹ ہیں، مشہور یہ ہیں:

ڈ کتاب الاثار

ڈ کتاب الحج ڈ کتاب الحیل

ڈ کتاب النوادر ڈ کتاب الاصل یعنی مبسوط

ڈ جامع کبیر ڈ جامع صغیر

ڈ سیر کبیر ڈ سیر صغیر

ڈ زیادات

نوٹ: [یہ آخری چھ کتب فقہ حنفی میں ظاہر الروایۃ کے نام سے مشہور ہیں]

طحاوی

نام کتاب: معانی الآثار

مصنف: امام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ الطحاوی رحمہ اللہ

تاریخ وجائے پیدائش: بمقام طحا مصر ۲۳۹ھ

تاریخ وجائے وفات: بمقام مصر بروز جمعرات ذو لقعدہ ۳۲۱ھ، کل عمر ۸۲ سال

مسلک: حنفی [مجتہد فی المسائل]

چند شیوخ امام طحاوی رحمہ اللہ:

امام اسماعیل مزنی رحمہ اللہ (ماموں امام طحاوی)

قاضی القضاۃ ابو حازم حنفی رحمہ اللہ — سلیمان کیسانی رحمہ اللہ

یونس الصدفی رحمہ اللہ — ھارون بن سعید رحمہ اللہ

یونس بن عبد الاعلی رحمہ اللہ — ربیع بن سلیمان رحمہ اللہ

بکار بن قتیبہ رحمہ اللہ — ابو جعفر احمد حنفی رحمہ اللہ

چند تلامذہ امام طحاوی رحمہ اللہ:

علی بن احمد طحاوی رحمہ اللہ — عبد العزیز ہیثمی رحمہ اللہ

حافظ احمد بغدادی ابن الخشاب رحمہ اللہ — سلمان طبرانی رحمہ اللہ

سعید بغدادی رحمہ اللہ — حسن مصری رحمہ اللہ

ابو بکر محمد بغدادی رحمہ اللہ — ابو القاسم القرطبی رحمہ اللہ

قاضی ابن ابی الاعوام رحمہ اللہ

شروح طحاوی:

- معانی الاخبار شرح معانی الاثار حافظ بدرالدین العینی رحمہ اللہ
- تصحیح معانی الاثار علامہ محمد بن محمد باھلی رحمہ اللہ
- امانی الاخبار مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمہ اللہ
- تَصْحِیْحُ اَغْلَاطِ الْکِتَابَۃِ الْوَاقِعَۃِ فِی النُّسُخِ الطَّحَاوِیَۃ

مولانا محمد ایوب رحمہ اللہ

مظاہر العلوم سہارنپور [یہ دو جلد میں ہے جس میں طحاوی کے مطبوعہ نسخوں کی کتابی غلطیوں کی نشان دہی کر کے تصحیح کی گئی ہے]

دیگر تصانیف امام طحاوی رحمہ اللہ:

- مشکل الآثار
- اختلاف العلماء
- احکام القرآن
- عقیدۃ الطحاوی
- اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ
- شروط کبیر
- شروط اوسط
- شروط صغیر
- مختصر الطحاوی
- النوادر و الحکایات
- حکم ارضِ مکۃ
- قسم الفئی و الغنائم
- سنن شافعی رحمہ اللہ
- النوادر الفقھیۃ
- کتاب المحاضر و السجلات

اَغْرَاضُ مُصَنِّفِيِّ الصِّحَاحِ السِّتَّةِ عَنْ مُؤَلَّفَاتِهِمْ

صحاح ستہ کے مصنفین کا اپنی مولفات کے لکھنے میں کیا غرض؟

ڈ امام بخاری رحمہ اللہ کا اپنی تالیف سے اہم مقصد استنباطُ المسائل ہے کہ ایک حدیث سے بہت سارے مسائل مستنبط کریں۔اسی وجہ سے بخاری میں احادیث ،آثار اور اقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعینؒ بار بار و مکرر آتے ہیں۔

ڈ امام مسلم رحمہ اللہ کا اپنی تصنیف میں اہم مقصد ایک ہی جگہ پر مختلف اسانید (بِمَكَانٍ وَاحِدٍ بِأَسَانِيْدَ مُتَنَوِّعَة) سے احادیث کا جمع کرنا ہے۔اس لیے مسلم میں ایک موضوع کی احادیث ایک ہی جگہ پر مل جاتی ہیں اور چونکہ استنباطِ احکام غرض نہیں اسلیے تراجم ابواب بھی انہوں نے خود قائم نہیں کئے ہیں۔

ڈ امام ابوداؤد رحمہ اللہ کا اہم مقصد بیانُ مُسْتَدَلَّاتِ الْفُقَهَاء یعنی امام مالک رحمہ اللہ، شافعی رحمہ اللہ،اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ اور دوسرے آئمہ کے مستدلات کوذکر کرنا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ،امام مالک رحمہ اللہ وغیرہ کے مذہب اور قول کی یہ یہ دلیل ہے۔جیسا کہ اُنھوں نے مکہ والوں کے نام خط میں ذکر کیا ہے کہ میری کتاب کا مقصد مستدلات فقھاء ہے۔

ڈ امام نسائی رحمہ اللہ کا اپنی کتاب سنن نسائی سے اہم مقصد بَیَانُ الْعِلَلُ ہے۔اسی وجہ سے وہ اپنی کتاب میں هٰذَا خَطَاءٌ ،هٰذَا صَوَابٌ ذکر کرتے ہیں۔

ڈ امام ترمذی رحمہ اللہ کا اپنے سنن سے مقصد بیانُ مَذَاهِبِ الْعُلَمَاء ۔علماء کے مذاہب کا بیان ہے کہ فلاں فلاں کا اس مسئلہ میں کیا مذہب ہے۔اسی وجہ سے مدرسین بیانِ مذاہب کے لیے ترمذی کا تعین کرتے ہیں۔

ڈ امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کا اپنی کتاب لکھنے سے اہم مقصد بیانُ الاَحَادِيْثِ الْغَرِيْبَة ۔یعنی اُن احادیث کا بیان ہے جو دوسری کتابوں میں موجود نہ ہوں۔

مرتبہ کتب صحاح ستہ باعتبار صحت

یعنی کہ صحاح ستہ میں ہر ایک کا صحت کے اعتبار سے کیا کیا مرتبہ ہے؟

(۱) بخاری کا صحت کے اعتبار سے سب سے پہلا مرتبہ ہے۔

(۲) مسلم کا دوسرا (۳) نسائی کا تیسرا

(۴) ابوداؤد کا چوتھا (۵) ترمذی کا پانچواں

(۶) اور ابن ماجہ کا چھٹا درجہ ہے۔

اگرچہ اس میں اختلاف ہے کہ ابن ماجہ کی جگہ مؤطا مالک یا سنن دارمی ہے۔ لیکن جمہور کے نزدیک ابن ماجہ ہے۔ یہ درجہ اور مرتبہ اس اعتبار سے ہے کہ:

ڈ امام بخاری رحمہ اللہ طبقات الرواۃ میں سے طبقہ اولیٰ کی روایات کو بِالْاِسْتِیعَاب اور طبقہ ثانیہ سے بالانتخاب روایات لیتے ہیں یعنی لَایَنْزِلُ اِلٰی طَبْقَةِ الثَّانِیَّةِ اِلَّا عِنْدَ الضَّرُوْرَةِ [جب متعلقہ باب میں طبقہ اولیٰ سے روایت نہیں ملتی تو پھر طبقہ ثانیہ سے روایت لیتے ہیں]

ڈ امام مسلم رحمہ اللہ طبقہ اُولیٰ اور طبقہ ثانیہ کی روایات کو بالاستیعاب اور طبقہ ثالثہ سے بالانتخاب (عندالضرورۃ) روایات لیتے ہیں۔

ڈ امام نسائی رحمہ اللہ اور امام ابوداؤد رحمہ اللہ یہ دونوں طبقہ اولیٰ، ثانیہ، ثالثہ سے بالاستیعاب اور طبقہ رابعہ سے بالانتخاب (عندالضروت) روایات نقل کرتے ہیں۔

اَلْفَرْقُ بَیْنَهُمَا:

لیکن امام نسائی رحمہ اللہ طبقہ رابعہ سے نقل کرنے میں مُقَلِّلْ (کم نقل کرنے والا) اور امام ابوداؤد رحمہ اللہ طبقہ رابعہ سے نقل کرنے میں مُکْثِر (زیادہ نقل کرنے والا) ہیں اس لیے عندالجمہور نسائی مقدم ہے ابوداؤد پر درجہ اور مرتبہ میں۔

ڈ امام ترمذی رحمہ اللہ پہلے چار طبقات سے بالاستیعاب اور طبقہ خامسہ سے بالانتخاب روایات لیتے ہیں۔

ڈ امام ابن ماجہ رحمہ اللہ پانچوں طبقات سے بالاستیعاب روایات لیتے ہیں۔(وعند البعض)امام ترمذی رحمہ اللہ اور امام ابن ماجہ رحمہ اللہ دونوں طبقہ رابعہ تک بالاستیعاب اور طبقہ خامسہ سے عندالضرورۃ روایات لیتے ہیں لیکن فرق دونوں میں یہ ہے کہ طبقہ خامسہ سے روایات لینے میں چونکہ ترمذی مُقلل اور ابن ماجہ مکثر ہیں اس لیے ترمذی کا درجہ خامسہ اور ابن ماجہ کا درجہ سادسہ ہے۔

مراتب کتب صحاح ستہ باعتبارِ التّعلّم

حدیث کی کتب متداولہ پڑھانے کے اعتبار سے یعنی کہ پہلے کونسی کتاب پڑھائی جائے۔اس اعتبار سے ان کے مندرجہ ذیل مراتب ہیں:

(۱) سب سے پہلے موقوف علیہ (چھوٹے دورہ حدیث) میں مشکوٰۃ پڑھائی جاتی ہے تاکہ اس کے ذریعے احادیث سے تعلق پیدا ہو جائے اور احادیث کی سمجھ اور معرفت آجائے۔

(۲) مشکوٰۃ کے ذریعے **معرفة الاحادیث** کے بعد **معرفة المذاهب** کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ حدیث کی فہم تبھی آتی ہے جب مذاہب معلوم ہوں۔ پس **معرفة المذاهب** کے لیے ترمذی پڑھنا اور پڑھانا ضروری ہیں۔

(۳) **معرفة المذاهب** کے بعد اب **معرفة استدلالاتِ الفقهاء** کی ضرورت ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ ان مذاہب کے دلائل کیا ہیں؟ تو اس کے لیے ابوداؤد پڑھنا لازمی ہے۔

(۴) ابوداؤد سے **مستدلاتِ فقهاء** جاننے کے بعد اب **معرفة الاستنباط** ضروری ہے کہ احادیث سے مسائل کیسے مستنبط کیے جاتے ہیں۔ تو **معرفة استنباط المسئلةِ عنِ الحديث** کے لیے بخاری پڑھنا اور پڑھانا ناگزیر ہے۔

(۵) اس کے بعد اس چیز کی ضرورت ہے کہ ایک مسئلے پر زیادہ سے زیادہ دلائل معلوم ہوں اور زیادہ احادیث صحیحہ علم میں لائے جائیں۔ اس کے لیے مسلم پڑھنا پڑھانا ضروری ہے کیونکہ وہ ایک ہی باب میں بہت سی احادیث صحیحہ مُسْنَدَہ متنوعہ ذکر کرتے ہیں۔

(۶) جب مسلم کے پڑھنے سے ایک مسئلے پر کثرت دلائل کی معرفت ہو جائے تو اب **مُدَقِّق** ہونا اور **عِلَلُ الْاَحَادِيْث** جاننا ضروری ہے تو معرفۃ علل الاحادیث کے لیے نسائی کی ضرورت پڑتی ہے۔

(۷) **معرفة علل الحديث** کے بعد **معرفة احاديث الغريبه** یعنی اُن احادیث کا علم ضروری ہے جو دوسری کتابوں میں نہ ہو سو اِس کے لیے ابن ماجہ پڑھنا ضروری ہے۔

بیان شرائط صحاح ستۃ

شرائط امام بخاری رحمہ اللہ :

امام بخاری رحمہ اللہ نے روایات جمع کرنے کے لیے صحیح بخاری میں کسی قسم کی شرائط کا ذکر نہیں کیا لیکن علماء نے بخاری شریف کے مطالعے سے مندرجہ ذیل شرائط معلوم کئے ہیں، جن کی پابندی امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں کی ہے۔

(۱) ضبطُ الراوی، اتقانُ الراوی اور عدلُ الراوی: یہ شرط تمام محدثین کے نزدیک متفق علیہ ہے۔

(۲) اتصالُ السند الیٰ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: کہ درمیان میں کسی واسطے کا حذف نہ ہو۔ اس شرط پر بھی سارے متفق ہیں۔

(۳) راوی کے لیے کثرتِ ملازمت مع الشیوخ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک ضروری ہے جبکہ امام مسلم رحمہ اللہ کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے کیونکہ امام صاحب رحمہ اللہ بغیر اس شرط کے نقل کرتے ہیں۔

(۴) امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک حدیث معنعن میں سماع بالفعل یا کوئی ایک ملاقات شرط ہے۔ جبکہ امام مسلم رحمہ اللہ صرف امکانِ ملاقات اور معاصرت پر ہی اکتفاء کرتے ہیں چاہے بالفعل ہی کیوں نہ ہو۔ اس شرط میں امام بخاری رحمہ اللہ اشد ہیں امام مسلم رحمہ اللہ سے۔

(۵) امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک عند الحاکم ایک شرط یہ ہے کہ صحابی کے بعد طبقہ میں دو عادل راوی یا اس سے زیادہ ہوں۔ لیکن علماء اس شرط پر رد کرتے ہیں کہ اگر تخریج روایات اور صحت کے لیے بخاری کی یہ شرط ہو تو پھر اسکے مطابق تو بخاری کی پہلی حدیث [انما الاعمال بالنیات] صحیح نہ ہوئی کیونکہ اس روایت کے طبقہ صحابی میں عمر رضی اللہ عنہ اکیلا ہے کوئی دوسرا صحابی اِن کے ساتھ نہیں، اسی طرح بعد کے علقمہ بن وقاص رحمہ اللہ پھر محمد بن ابراھیم تیمی رحمہ اللہ اور پھر یحییٰ بن سعید الانصاری رحمہ اللہ سب اپنے اپنے طبقہ میں اکیلے ہیں ان کے ساتھ انہی کے طبقہ

میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہے پھر اس کے بعد کے طبقہ میں روات زیادہ ہوئے ہیں۔ بہر حال اس حدیث کے ان پہلے چاروں طبقوں میں تفرد ہے۔اسی طرح بخاری کی آخری حدیث كَلِمَتَانِ خَفِيْفَتَان بھی پہلے طبقوں میں متفرد ہے۔اس لیے علماء اس شرطِ حاکم پر رد کرتے ہیں کہ یہ بخاری کی شرط نہیں۔

ڈ اس سے معلوم ہوا کہ اَلْغَرَابَةُ لَا يُنَافِي الصِّحَة۔جب غرابتِ ثقہ ہو تو نفس غرابت منافی صحت نہیں ہے۔

شرائط امام مسلم رحمہ اللہ :

بخاری کی بیان کردہ پہلی دو شرائط امام مسلم رحمہ اللہ کی بھی ہیں دیگر شرائط مندرجہ ذیل ہیں:

(۳) حدیث کے راوی ایسے ائمہ ہوں جن کے حفظ وعدالت پر معاصرین ومشائخِ حدیث کا اجماع ہو۔

(۴) کم از کم دوراوی ہر زمانہ میں حدیثِ صحیح کو روایت کرنے والے ہوں یعنی امام مسلم رحمہ اللہ نے اخذ حدیث کے لیے شرعی شہادت کو پیش نظر رکھا ہے جب کہ باقی آئمہ نے اس شرط کی پابندی نہیں کی ہے۔

شرائط امام ترمذی رحمہ اللہ:

عام محدثین کی طرح امام ترمذی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی روایت کے لیے راوی کے اوصاف:

(۱) اسلام (۲) عقل (۳) صدق

(۴) عدالت (۵) عدمِ تدلیس (۶) حفظ وضبط کا پانا، ضروری ہیں۔

لیکن رواۃ کے پانچ طبقات میں سے امام ترمذی رحمہ اللہ پہلے چار طبقوں کے رواۃ کی روایات کو استیعاباً اور طبقہ خامسہ سے انتخاباً لے لیا کرتے ہیں۔

شرائط امام ابوداؤد رحمہ اللہ:

امام ابوداؤد رحمہ اللہ، سنن ابی داؤد میں طبقات رواۃ میں سے پہلے تین طبقوں سے استیعاباًاور چوتھے سے انتخاباًروایات لیتے ہیں۔ نیز امام ابوداؤد رحمہ اللہ اُس راوی سے حدیث روایت کرتے ہیں:

(۱)جوراوی صحیحین کے رواۃ میں سے ہو (۲) جوراوی صحیحین کی شرائط کے مطابق ہو۔

(۳) جوراوی باجماع المحدثین متروک نہ ہو۔

(۴) اگرکوئی راوی انتہائی ضعیف ہوتواُس راوی کی وجہ ضُعف کو بیان کردیا کرتے ہیں۔

شرائط امام نسائی رحمہ اللہ:

امام نسائی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''مجتبیٰ'' المعروف سنن النسائی میں رواۃ کے پانچ طبقات میں سے پہلے تین طبقات سے استیعاباًاور طبقہ رابعہ سے انتخاباًروایت کرتے ہیں۔ جبکہ طبقہ رابعہ کے رواۃ سے نقل میں امام موصوف مقلل ہیں۔ نیز عام محدثین کی طرح صحت روایت کے لیے راوی میں چھ مشہور مذکورہ بالاشرائط ان کے نزدیک بھی ضروری ہیں۔

شرائط امام ابن ماجہ رحمہ اللہ:

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کے نزدیک بھی عام محدثین کی طرح صحت راویت کے لیے راوی میں وہی چھ شرائط ضروری ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ امام ابن ماجہ رحمہ اللہ اپنے سنن میں پانچوں طبقاتِ رواۃ سے روایات نقل کرتے ہیں۔

اسباب حدیث

وہ امور جو حدیث میں منقول اُمور کے باعث وداعی ہوں یعنی شانُ ورودِالحدیث کہ اس حدیث کے ورود کا اصل سبب کیا تھا۔ پھر یہ بصورت واقعہ وحادثہ بھی ہوتا ہے اور بصورت سوال واستفسار بھی۔

ڈ اس علم کا فائدہ یہ ہے کہ بسااوقات حدیث کے معنی کا صحیح طور پر سمجھنا ان اسباب کے علم پر ہی موقوف ہوتا ہے۔

اقسام: اس کی دو اقسام ہیں کہ :

(۱) اسباب اسی مذکورہ حدیث میں ذکر ہوں جیسے حدیث میں سوال ہوا ہے کہ اَیُّ الذَّنْبِ اَعْظَمُ ؟ تو آپ ﷺ نے اِسکا جواب فرمایا۔ یہاں یہ سوال وجواب دونوں ایک ہی موقع پر ایک ہی حدیث میں مذکور ہیں۔

اسی طرح حدیث جبرائیلؑ جس میں جبرائیلؑ نے انسانی شکل میں آکر آپ ﷺ سے ایمانیات واسلامیات کے بارے میں سوالات کیے تھے اور آپ ﷺ نے اسکے جوابات دیے تھے توان جیسی احادیث میں خود سبب مذکور ہوتا ہے۔

(۲) وہ اسباب جو اسی موقع پر اسی حدیث میں منقول نہ ہوں بلکہ یا تو کسی دوسرے موقع پر یا بعض دوسرے طرق میں منقول ہوں۔ پس یہی قسم زیادہ اہم ہے کیونکہ ان کی تحقیق وتفتیش کی ضرورت ہوتی ہے۔

(الف) جیسے کہ ایک مشہور حدیث میں ہے اَلْخِرَاجُ بِالضَّمَان ۔ جس کا مطلب فائدہ بقدر تاوان ہوتا ہے۔ تو خود اس روایت میں اس کا مفہوم واضح نہیں ہوتا اور نہ اس میں سببِ ورود ذکر ہے لہٰذا اس کے بعض دوسرے طرق میں یہ تفصیل نقل ہے کہ ایک شخص نے ایک غلام خریدا جو چند دن اس کے پاس رہا پھر اُسے اِس غلام کے اندر کسی عیب کا علم ہوا تو اُس نے اُسے اُس کے پرانے

مالک کو لوٹا دیا۔پرانے مالک نے اس پر نبی کریم ﷺ سے کہا کہ اس (نئے مالک) نے میرے غلام کو اپنے پاس رکھ کر اس سے کام لیا ہے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اگر اس نے اس غلام سے فائدہ حاصل کیا ہے تو اس پر خرچ بھی تو کیا ہے اسے کھلا یا پلا یا بھی تو ہے''۔

(ب) صحیحین میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: **اَفْضَلُ صَلٰوۃِ الْمَرْءِ فِیْ بَیْتِہٖ اِلَّا الْمَکْتُوْبَہ** ''آدمی کے لیے فرض کے علاوہ باقی نمازوں کا گھر میں پڑھنا افضل ہے''۔

اس کا سبب ابن ماجہ اور ترمذی وغیرہ میں عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھ لیا: ''نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے یا مسجد میں''؟ تو آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: ''دیکھو! میرا گھر مسجد سے کتنا قریب ہے لیکن تم دیکھ رہے ہو مجھے فرض کے علاوہ نمازوں کا مسجد کی بجائے گھر ہی میں پڑھنا زیادہ محبوب ہے''۔

اہم مؤلفات:

اسباب الحدیث پر کئی کتابیں لکھی گئی ہیں جس میں زیادہ مشہور:

ﮈ **اَلْبَیَان وَالتَّعْرِیف فِیْ بَیَانِ سَبَبِ وُرُوْدِالْحَدِیْثِ الشَّرِیْف** [تین جلد ابن حمزہ دمشقی ابراھیم بن محمد حنفی رحمہ اللہ (م ۱۱۲۰ھ) ہے۔

باب سوم

جرح وتعدیل کا بیان

جرح وتعدیل کا ثبوت اور اہمیت:

تعدیل کسی راوی کی مدح، ثناو صفت اور اچھائی بیان کرنا ہے اس کے جواز میں تو نہ کسی قسم کا کوئی شک ہے اور نہ کسی کا کوئی اختلاف، البتہ جرح بظاہر کسی کی برائی، غیبت اور نقائص بیان کرنا ہے جسے نہ تو فطرت پسند کرتی ہے نہ ہی شریعت... تمام عالم انسانیت کو جب ناپسند ہے چہ جائیکہ اہل علم کی زبان سے ہو اور پھر وہ بھی اسلام واہل علم کے حق میں۔

اصل بات یہ ہے کہ جرح کا تعلق دین کی ایک اہم ضرورت سے ہے۔ بلکہ اس سے دین اور احکام دین کی حفاظت وابستہ ہے۔ روایاتِ حدیث پر دینِ اسلام کے احکام کا دارو مدار ہے احکام کی بنیاد اور اثبات اسی پر ہے اس لیے یہ احتیاط اور تحقیق بے حد ضروری ہے کہ پہلے روایات کو ثابت کیا جائے پھر اِن کو احکام کی بنیاد اور دلیل بنایا جائے۔ روایاتِ حدیث کو ثابت کرنے کے لیے سند کی ضرورت ہے۔ سند کے ذکر واہتمام کے متعلق آئمہ دین سے منقول ارشادات امام مسلم رحمہ اللہ نے صحیح مسلم کے مقدمہ میں اکثر نقل کی ہیں:

ڈ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا قول ہے: اَلْاِسْنَادُ مِنَ الدِّیْنِ وَلَوْلَا الْاِسْنَادُ لَقَالَ مَنْ شَاءَ مَاشَاءَ "یعنی اسناد دین کا ایک اہم حصہ ہے اگر یہ مبارک سلسلہ نہ ہوتا تو ہر شخص جو چاہتا دین میں اپنی طرف سے کہتا رہتا"۔

ڈ امام ابن سیرین رحمہ اللہ کا مقولہ ہے: اِنَّ ھٰذَا الْعِلْمَ دِیْنٌ فَلْتَنْظُرُوْا عَنْ مَّنْ تَأْخُذُوْنَ دِیْنَکُمْ۔ "یہ علم، دین ہے لٰہذا خوب اچھی طرح جانچ لیا کرو کہ تم اپنا دین کن لوگوں سے حاصل کر رہے ہو"۔

ڈ امام ابن سیرین رحمہ اللہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ:

لَمْ یَکُوْنُوْا یَسْئَلُوْنَ عَنِ الْاِسْنَادِ فَلَمَّا وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ قَالُوْا سَمُّوْا لَنَا رِجَالَکُمْ فَیُنْظَرُ اِلٰی اَھْلِ السُّنَّةِ فَیُؤْخَذُ حَدِیْثُھُمْ وَیُنْظَرُ اِلٰی اَھْلِ الْبِدْعَةِ فَلَا یُؤْخَذُ حَدِیْثُھُمْ۔

"صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ اسناد کے متعلق سوال نہیں کیا کرتے تھے مگر جب فتنوں کا دور دورہ ہوا تو یہ پوچھا جانے لگا کہ پہلے یہ تو بتاؤ کہ کس نے کہا اور کس سے سنا ہے۔ پس دیکھا جاتا تھا جو اہلسنت یعنی سنت کے تابعدار ہوتے تو ان سے احادیث لیتے تھے اور جو اہل بدعت ،بدعت کے معتقد اور عامل ہوتے ان سے احادیث نہیں لیتے تھے"۔

بہر حال سند معلوم کرنے کے بعد پھر اس سند کو پرکھنے کے لیے راویانِ حدیث کو پرکھنا لازمی ہے کہ یہ فلاں فلاں راوی عادل ہے یا مجروح۔ راوی کے عادل و مجروح معلوم کرنے کے لیے علماء دین کی لکھی گئیں جرح وتعدیل کی کتابیں دیکھنی پڑتی ہیں جس سے راویان حدیث کے حالات معلوم کئے جاتے ہیں پھر اسکے بعد ہی کسی راوی کے بارے میں عادل یا مجروح ہونے کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے اور حدیث پر قوت وضعف کا حکم لگایا جاتا ہے کہ یہ قابل عمل وحجت ہے یا نہیں

۔

اس لیے امت نہ صرف جرح وتعدیل کے اس کام کے جواز کی قائل ہے بلکہ اسے مستحسن اور لازمی سمجھتی چلی آرہی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کا ثبوت قرآن اور حدیث سے بھی موجود ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا (حجرات:٦)

"اگر فاسق (بے اعتماد) آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو چھان بین، تحقیق کر لیا کرو"۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خبر واحد کے مقبول ہونے کے لیے راوی (خبر لانے والے) کی تحقیق اور چھان بین کا حکم فرمایاہے جو جرح کے لیے اصل وبنیاد ہے۔اسی طرح نبی کریم ﷺ سے بھی جرح وتعدیل کے الفاظ منقول ہیں۔ جیسے سیدنا عبداللہ بن عمر و رضی اللہ عنہ کے متعلق آپ ﷺ نے تعدیل کرتے ہوئے فرمایا تھا: اِنَّ عَبْدَاللّٰهِ رَجُلٌ صَالِحٌ۔ ''عبداللہ ایک نیک سیرت آدمی ہے''۔(مسلم واحمد) یہ الفاظِ تعدیل ہیں۔ جرح کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا تھا: بِئْسَ اَخُوْ الْعَشِيْرَةِ '' فلاں شخص جماعت کا بہت بُراآدمی ہے''۔

اسی طرح ایک موقع پر جرح کرنے کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

حَتّٰى مَتٰى تَرْعُوْنَ عَنْ ذِكْرِ الْفَاجِرِ هَتِكُوْهُ يَحْذَرُهُ النَّاس [تدریب]

''آخر کب تک تم بدکردار کے ذکر سے گریز کروگے،اس کی برائیاں بیان کیا کروتاکہ لوگ اس سے ہوشیار رہیں''۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ درس حدیث اور نقل روایت کے دوران راویوں پر جرح کرتے تھے توکسی نے آپ سے کہا:

لَاتَغْتَبِ الْعُلَمَاء فَقَالَ لَهٗ اَحمد وِيْحَكَ هٰذَا نَصِيْحَةٌ لَيْسَ هٰذَا غِيْبَةٌ

[تدریب]

''کہ علماء کی غیبت مت کیا کریں۔ توامام احمد رحمہ اللہ نے جواب میں فرمایا کہ توہلاک ہو! یہ (جرح) نصیحت (دین کی خیر خواہی اور حفاظت) ہے کوئی غیبت تو نہیں''۔

ڈ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جَرْحُ رُوَاةِ الْحَدِيْثِ هُوَجَائِزٌ بِالْاِجْمَاعِ بَلْ وَاجِبٌ لِلْحَاجَةِ

[ریاض الصالحین]

''یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ رواۃ حدیث پر جرح جائز ہے بلکہ دینی ضرورت کی وجہ سے واجب ہے''۔

جرح وتعدیل کا سلسلہ دور صحابہ رضی اللہ عنہم ہی سے شروع ہو چکا تھا، خصوصاً خوارج وروافض کے ظہور کے بعد تو تحقیق و تفتیش کے بعد ہی روایت قبول کی جاتی تھی۔

- علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"رجال پر کلام بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا، تابعینؒ کے عہد میں اس سلسلے میں مزید اضافہ ہوا"۔ [فتح المغیث:۴۷۹]

- سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمَّا اسْتَعْمَلَ الرُّوَاةُ الْكِذْبَ اِسْتَعْمَلْنَا لَهُمُ التَّارِيْخَ۔

[الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ:۷]

"جب راویوں نے جھوٹ سے کام لیا تو ہم نے اُن کے لیے تاریخ استعمال کی"۔

جرح وتعدیل کی تعریف:

راوی کے اندر شرائط مقبولیت (عدالت وضبط) کے وجود وعدم وجود کے بیان کو جرح وتعدیل کہتے ہیں۔

جرح وتعدیل کے الفاظ:

محدثین جب کسی راوی کی توثیق وتعدیل بیان کرتے ہیں تو کئی طرح کے الفاظ استعمال کیا کرتے ہیں۔ بعض توثیق میں اعلیٰ، بعض متوسط اور بعض ادنیٰ ہیں۔ اسی طرح جرح میں بھی بعض اعلیٰ، بعض متوسط اور بعض ادنیٰ ہیں۔

الفاظ تعدیل: اعلیٰ سے ادنیٰ تک بترتیب الفاظِ تعدیل مندرجہ ذیل ہیں:

- فَلَانٌ اِلَيْهِ الْمُنْتَهٰى فِي التَّثَبُّتِ
- فَلَانٌ اَثْبَتُ النَّاسِ
- لَا اَحَدٌ اَثْبَتَ عَنْهُ
- ثَبْتٌ حُجَّةٌ
- ثَبْتٌ حَافِظٌ
- ثِقَةٌ مُتْقِنٌ
- ثِقَةٌ ثَبْتٌ
- ثِقَةٌ ثِقَةٌ

ڈ ثِقَةٌ
ڈ حُجَّةٌ
ڈ صَدُوقٌ
ڈ لَابَأْسَ بِهٖ
ڈ لَیْسَ بِهٖ بَأْسٌ
ڈ مَحَلُّهُ الصِّدْق
ڈ جَیِّدُ الْحَدِیْثِ
ڈ صَالِحُ الْحَدِیث
ڈ یُکْتَبُ حَدِیْثُهٗ
ڈ شَیْخٌ وَسَطٌ
ڈ شَیْخٌ حَسَنُ الْحَدِیْثِ
ڈ صَدُوقٌ اِنْشَاءَ اللّٰهُ
ڈ صُوَیْلِحٌ

تفصیل مراتب الفاظ بالا:

(۱) وہ الفاظ جو ثقاہت واعتماد میں مبالغہ پر دلالت کرتے ہوں جیسے فلان الیه المنتهی فی الثبت ،فلان اثبت الناس، لا احد اثبت عنه وغیرہ۔

(۲) وہ الفاظ جو ثقاہت واعتماد کے بیان میں مکرر لائے جائیں جیسے ثقة ثقة ، ثقة ثبت وغیرہ۔

(۳) وہ الفاظ جو بغیر تاکید وتکرار ثقاہت پر دلالت کریں جیسے ثقه، حجة۔

(۴) وہ الفاظ جو صرف عدالت کے ثبوت کو بتائیں اوران کا ضبط سے کوئی تعارض نہ ہو جیسے: صدوق، محله الصدق، مامون، خِیَارٌ وغیرہ۔

(۵) وہ الفاظ جن میں نہ جرح کا کوئی بیان ہو نہ تعدیل کا جیسے فلانٌ شیخٌ وغیرہ۔

(۶) وہ الفاظ جو جرح سے قرب کو ظاہر کریں جیسے فلان صالح الحدیث، یکتب حدیثه ،شیخ وسط وغیرہ۔

حکم: (الف) پہلے تین مراتب کی روایات کو حجت بنایا جائے گا (ب) چوتھے و پانچویں مرتبے کی احادیث کو اوپر کے مراتب کے رواۃ کی احادیث کی روشنی میں پرکھا جائیگا۔ جو ان کے موافق ہوں وہ مقبول ہوں گی (ج) چھٹے مرتبہ کی احادیث کو "اعتبار" کے لیے لکھا جائے گا۔ نہ تو حجت بنایا جائیگا اور نہ جانچ پرکھ کر ان پر عمل کیا جائے گا۔

الفاظ جرح: اعلیٰ سے ادنیٰ مرتبہ تک ترتیب وار یہ الفاظ ہیں:

- فَلَانٌ أَكْذَبُ النَّاسِ
- إِلَيْهِ الْمُنْتَهٰى فِي الْكَذِبِ
- رُكْنُ الْكَذِبِ
- دَجَّالٌ كَذَّابٌ
- وَضَّاعٌ يَضَعُ الْحَدِيْثَ
- يَكْذِبُ، مُتَّهَمٌ بِالْكَذِبِ
- مُتَّهَمٌ بِالْوَضْعِ، يَسْرِقُ الْحَدِيْثَ
- مُتَّفَقٌ عَلٰى تَرْكِهٖ
- مَتْرُوْكٌ، لَيْسَ بِثِقَةٍ، سَكَتُوْا عَنْهُ
- ذَاهِبُ الْحَدِيْثِ
- فِيْهِ نَظَرٌ، هَالِكٌ
- سَاقِطٌ
- رُدَّ حَدِيْثُهٗ
- طَرَحُوْا حَدِيْثَهٗ
- وَاهٍ بِمَرَّةٍ
- لَيْسَ بِشَيْءٍ
- ضَعِيْفٌ جِدًّا
- ضَعَّفُوْهُ
- لَا تَحِلُّ الرِّوَايَةُ عَنْهُ
- فَلَانٌ لَا يُكْتَبُ حَدِيْثُهٗ
- ضَعِيْفٌ وَاهٍ
- يُضَعَّفُ
- فِيْهِ ضُعْفٌ
- قَدْ ضُعِّفَ
- لَيْسَ بِالْقَوِيِّ
- لَيْسَ بِحُجَّةٍ
- لَيْسَ بِذَاكَ
- يُعْرَفُ وَيُنْكَرُ
- فِيْهِ مَقَالٌ
- تُكُلِّمَ فِيْهِ
- لَيِّنٌ
- سَيِّءُ الْحِفْظِ
- لِلّٰهِ تُحْتَجُّ بِهٖ
- اُخْتُلِفَ فِيْهِ
- صَدُوْقٌ لٰكِنَّهٗ مُبْتَدِعٌ وغیرہ

تفصیل مراتب الفاظ بالا:

(۱) وہ الفاظ جو جھوٹ میں مبالغہ اور حد سے گزر جانے کو بتائیں۔ جیسے: فُلَانٌ اَکْذَبُ النَّاسِ ، الیہ المنتھی فی الکذب ، رکن الکذب وغیرہ۔

(۲) وہ الفاظ جن میں جھوٹ یا اس جیسے کسی چیز کے ساتھ اتّصاف (وصف) کا تذکرہ ہو جیسے: کذّاب، دجّال، وضّاع، یَکْذِبُ، یَضَعُ وغیرہ۔

(۳) وہ الفاظ جن میں جھوٹ یا اس جیسے کسی چیز کے ساتھ اتّہام کا ذکر یا اشارہ ہو۔ جیسے: فلانٌ مَتَّھَمٌ بالکذب، متّھم بِالْوَضع، یَسْرِقُ الْحدیث، سَاقِطٌ، مَتروکٌ، لیس بثقةٍ، ذاھبُ الْحدیث وغیرہ۔

(۴) وہ الفاظ جن سے کسی کے حدیث نہ لکھنے کی یا اس سے ملتی جلتی تصریح کی گئی ہو۔ جیسے: فلانٌ لَایُکتب حدیثه، لَاتَحِلُّ الرّوایةُ عنه، ضعیفٌ جدًّا، واہٍ بمرةٍ، رُدَّ حدیثُهٗ، طرحوا حدیثه وغیرہ۔

(۵) وہ الفاظ جن میں حجت و دلیل نہ بنانے یا اس سے ملتے جلتے مفہوم کی تصریح ہو۔ جیسے: فلانٌ لایُحْتَجُّ بِه، ضَعِیفٌ ، لَهٗ مَنَاکِیر وغیرہ۔

(۶) وہ الفاظ جو نرمی و تساہل پر دلالت کریں۔ جیسے: فلان لَیِّنُ الحدیث ، فیهِ مَقَال وغیرہ۔

حکم:

(۱) پہلے چار مراتب کی رُوَات اور رِوَایات کو حجت و دلیل نہیں بنایا جائے گا۔

(۲) آخری دو مراتب کی احادیث لکھی تو جائیں گی مگر ان کو حجت و دلیل نہیں بنایا جائیگا بلکہ ان سے اعتبار یعنی متابع و شاہد کی تحقیق کا کام لیا جائیگا۔

آئمہ جرح وتعدیل کے طبقات ودرجات

آئمہ جرح وتعدیل کے مختلف درجات ہیں: حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''میں نے اپنی تصنیف ''کتاب المزکین لرواۃ الاخبار'' میں جن صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعینؒ وآئمہ کرامؒ سے جرح وتعدیل ثابت ہے ان کو دس طبقات پر تقسیم کیا ہے اور ہر طبقہ کے چار افراد کو لیا ہے۔ طبقہ اولیٰ میں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان حضرات نے جرح وتعدیل اور روایات کی صحت وسقم پر بحث کی ہے اور دسویں طبقہ میں ابواسحاق ابراھیم بن حمزہ اصبہانی رحمہ اللہ، ابو علی نیشاپوری رحمہ اللہ ابو بکر محمد بن عمر بن سلمہ بغدادی رحمہ اللہ اور ابوالقاسم حمزہ بن علی کنانی مصری رحمہ اللہ ہیں''۔

[معرفۃ علوم الحدیث: ۵۲]

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''ناقدین فن کے ہر طبقے میں متشدد ومتوسط دونوں طرح کے حضرات رہے ہیں''۔

- طبقہ اولیٰ میں شعبہ رحمہ اللہ وسفیان ثوری رحمہ اللہ ہیں مگر شعبہ، سفیان سے سخت ہیں۔
- طبقہ ثانیہ میں یحییٰ بن سعید قطان رحمہ اللہ اور عبدالرحمن بن مہدی رحمہ اللہ ہیں مگر یحییٰ، عبدالرحمن سے سخت ہیں۔
- طبقہ ثالثہ میں یحییٰ بن معین رحمہ اللہ وامام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ہیں مگر یحییٰ، امام احمد سے سخت ہیں۔
- طبقہ رابعہ میں ابو حاتم رحمہ اللہ وامام بخاری رحمہ اللہ ہیں مگر ابوحاتم، امام بخاری سے سخت ہیں۔

حافظ سخاوی نے علامہ ذہبی رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ:

''ایک جماعت ان آئمہ کی ہے جو جرح میں تشدد اور تعدیل میں تثبت واحتیاط سے کام لیتے ہیں۔راوی کی دو تین غلطیوں پر بھی نقد کر دیتے ہیں، یہ جب کسی راوی کی توثیق کریں، تو ان کے قول کو دانتوں سے پکڑ لو اور جب کسی راوی کو ضعیف قرار دیں، تو غور کر لو کہ آیا اس کے فیصلے کی کسی امام نے موافقت کی ہے ؟ اگر کسی امام نے موافقت کی ہے اور کسی ماہر فن نے توثیق بھی نہیں کی ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ راوی ضعیف ہے اور اگر اس کی کسی امام نے توثیق کی ہے تو ایسے راوی کے بارے میں محدثین کا ضابطہ ہے کہ اس کے بارے میں جرح اس وقت مقبول ہو گی جبکہ جرح مفسر ہو مثلاً ابن معین رحمہ اللہ نے کسی راوی کو ضعیف قرار دیا اور امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ اس کی توثیق کر رہے ہوں تو ابن معین رحمہ اللہ کے مجرد ضعیف کہہ دینے کی وجہ سے وہ راوی ضعیف نہیں سمجھا جائے گا، جب تک کہ وہ ضعف کا سبب نہ بیان کریں۔

دوسری جماعت ان آئمہ کی ہے جو تسامح وتساہل سے کام لیتے ہیں جیسے امام ترمذی رحمہ اللہ وحاکم رحمہ اللہ۔حافظ سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حافظ ابن حزم رحمہ اللہ بھی اسی جماعت میں شامل ہیں، چنانچہ انہوں نے بھی ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ، ابوالقاسم بغوی رحمہ اللہ، اسمٰعیل بن صفاء رحمہ اللہ، ابوالعباس اصم رحمہ اللہ وغیرہ مشہور آئمہ کو بھی مجہول قرار دے دیا ہے۔

تیسری جماعت ان حضرات کی ہے جو نقطۂ اعتدال کو ملحوظ رکھتے تھے جیسے امام احمد رحمہ اللہ ودار قطنی رحمہ اللہ وابن عدی رحمہ اللہ ''۔[فتح المغیث:۴۸۳]

اسی طرح بعض اعتدال پسند آئمہ نے بھی بعض شہروں یا بعض مذاہب کے رُواۃ پر نقد میں تشدد سے کام لیا ہے۔سو اس وجہ سے انکی اس طرح کی تنقیدیں بھی بہر صورت پھر بحث وتحقیق کی زد میں لازماً آئیں گی۔

مولانا عبدالحئ لکھنوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ ''ان متشددین کے فیصلہ کو قبول کرنے میں عجلت نہ کرنی چاہئے اور نہ اس کی صحت کا قطعی فیصلہ کرنا چاہئے جب تک دیگر آئمہ فن اور کبار ناقدین نے موافقت نہ کی ہو''۔[تحفۃ الکملۃ علی تحفۃ الطلبۃ:٦]

تقسیم جرح وتعدیل

جرح وتعدیل میں ہر ایک کی دو اقسام ہیں: مبہم اور مفسر

جرح وتعدیل مبہم: کہ راوی میں جرح وتعدیل کا کوئی سبب مذکور نہ ہو۔

جرح وتعدیل مفسر: کہ راوی میں جرح وتعدیل کا کوئی سبب مذکور ہو۔

قبولیت وعدمِ قبولیت جرح وتعدیل

جرح مفسر وتعدیل مفسر دونوں بالاتفاق مقبول ہیں۔البتہ جرح مبہم وتعدیل مبہم کے مقبول ہونے میں بعض کا اختلاف ہے مگر زیادہ صحیح یہی ہے کہ جرح مبہم بالکل مقبول نہیں اور تعدیل مبہم مقبول ہے۔ یہی مذہب امام بخاری رحمہ اللہ، مسلم رحمہ اللہ، ترمذی رحمہ اللہ، ابوداؤد رحمہ اللہ، نسائی رحمہ اللہ، ابن ماجہ رحمہ اللہ اور جمہور محدثین وفقہاءِ حنفیہ رحمہ اللہ کا ہے۔

شروطِ قبولیتِ جرح وتعدیل

جرح مفسر وتعدیل مفسر کے مقبول ہونے کے واسطے مشترکہ شروط یہ ہیں کہ جرح کنندہ (جرح کرنے والا) اور تعدیل کنندہ (تعدیل کرنے والا) میں علم، تقویٰ، ورع اور صدق کے ہونے کے ساتھ ساتھ مندرجہ ذیل امور بھی پائے جانے لازمی ہیں:

(۱) وہ خود عادل ہو (۲) ضابط ہو (۳) جرح وتعدیل کے اسباب سے باخبر (عالم) ہو۔ (۴) اس پر خود جرح موجود نہ ہو یعنی خود مجروح نہ ہو کیونکہ مجروح کی جرح وتعدیل مقبول نہیں۔ ہاں اگر اس جرح وتعدیل میں اس کے ساتھ ایسا شخص موافق ہو جو مجروح نہ ہو، تب مقبول ہے (۵) وہ متعصب بھی نہ ہو (**لَایَکُوْنُ مُتَعَصِّبًا وَمُعْجِبًا بِنَفْسِہٖ**)

(۶) جرح مفسر کے مقبول ہونے کے واسطے زائد شرط یہ ہے کہ جرح کرنے والا **مُتَعَنِّتْ وَ مُتَشَدِّدْ** بھی نہ ہو کیونکہ متشدد ومتعنت کی توثیق تو معتبر ہے لیکن اُسکی جرح اس وقت تک غیر معتبر ہے، جب تک اس کی موافقت کوئی مُنصِف نہ کرے۔

جرح وتعدیل میں تعارض

ایک راوی میں جرح وتعدیل کے تعارض کی بظاہر چار صورتیں ہیں:

(۱) جرح مبہم وتعدیل مبہم (۲) جرح مفسر وتعدیل مفسر

(۳) جرح مبہم وتعدیل مفسر (۴) جرح مفسر وتعدیل مبہم

پہلی اور تیسری صورت میں جرح غیر معتبر اور تعدیل معتبر ہے۔ دوسری اور چوتھی صورت میں جرح معتبر ہے اور تعدیل غیر معتبر، بشرطیکہ یہ جرح مفسر کسی ایسے شخص سے صادر نہ ہو جو جرح کرنے میں متعصب یا متشدد یا متعنت ہو۔

حدیث کے پرکھنے کے اصول وضابطوں کی تفصیل

اللہ تعالیٰ نے محدثین کرام رحمہ اللہ کو وہ وجدانی ملکہ عطاء فرمایا تھا کہ وہ کسی راوی کی روایت سنتے اور دیکھتے ہی سمجھ جاتے تھے کہ یہ راوی جھوٹا ہے یا سچا، روایت صحیح ہے یا ضعیف وموضوع۔ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا تھا کہ ''کیا یہ ممکن ہے کہ بغیر سند دیکھے حدیث کے ''موضوع'' ہونے کا علم ہو جائے''؟ حافظ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ''یہ بڑا اچھا اور اہم سوال ہے۔ سنو! بغیر سند دیکھے ہوئے وہی شخص حدیث کو پہچان سکتا ہے کہ جس کے گوشت وپوست میں حدیث سرایت کر چکی ہو اور نبی کریم ﷺ کے اخلاق وعادات، اوامر ونواہی اور آپ ﷺ کے مرغوبات ومرضیات ہر وقت اس کی نظر کے سامنے ہوں گویا وہ نبی کریم ﷺ کی مجلس مبارک میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بیٹھا رہ چکا ہو۔ ایسا شخص حدیث کو سنتے ہی بغیر سند دیکھے ہوئے فوراً ہی سمجھ جاتا ہے کہ یہ ارشاد نبوی ﷺ ہے یا نہیں۔ یہ ایسا ہی ہے کہ جس طرح فقہائے حنفیہ یا فقہائے شافعیہ طرز کلام سے پہچان لیتے ہیں کہ یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے یا امام شافعی رحمہ اللہ کا''۔

صَراف (سُنار) جس طرح سونا دیکھ کر کھرے کھوٹے کا اندازہ کر لیتا ہے اسی طرح یہ محدثین کرامؒ بھی حدیثِ پاک سے اشتغال اور طولِ ممارست کی وجہ سے غلط و صحیح میں امتیاز کر لیتے ہیں۔ [تدریب الراوی]

ربیع بن خیثم رحمہ اللہ جو ایک جلیل القدر تابعی ہیں، فرماتے ہیں:

إِنَّ مِنَ الْحَدِيْثِ حَدِيْثًا لَهُ ضَوْءٌ كَضَوْءِ النَّهَارِ وَإِنَّ مِنَ الْحَدِيْثِ حَدِيْثًا لَهُ ظُلْمَةٌ كَظُلْمَةِ اللَّيْلِ نَعْرِفُهُ بِهَا۔ [مقدمہ فتح الملہم:۵۵]

''بے شک بعض حدیث روایتوں میں روشنی ہوتی ہے دن کی روشنی کی مانند اور بعض میں ایک (قسم کی) تاریکی ہوتی ہے رات کی تاریکی کی مانند جس سے ہم اس کا صحیح وغلط ہونا پہچان لیتے ہیں''۔

شیخ ابوالحسن علی بن عروہ حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''جس کی فطرت سلیم ہو اور قلب اس کا نورِ تقویٰ سے منور ہو اور صدق واخلاص اس کا مزاج ثانی بن چکا ہو، سنتے ہی اس کو جھوٹ وسچ کا پتہ چل جاتا ہے۔ بعض بزرگانِ دین نے فرمایا ہے کہ جب کوئی جھوٹ بولنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا کلام پورا ہونے سے پہلے ہی ہم اس کی مراد کو سمجھ لیتے ہیں (کہ وہ جھوٹا ہے یا سچا؟) اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے: وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ۔ اے نبی ﷺ! ہم نے آپ کو ایسا خاص نور فراست عطاء فرمایا ہے کہ آپ اس کے ذریعے منافقین کو ان کے لب ولہجہ سے پہچان لیتے ہیں کہ یہ نفاق کی بات ہے''۔ [کتاب الکواکب بحوالہ قواعد التحدیث:۱۴۸]

ان محدثین نے اپنے وجدانی ذوق وملکہ سے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا تھا، حدیث کے متن واسناد کو پرکھنے اور جانچنے کے لیے ایسے اصول وضابطے مرتب کیے جس کے بعد کم از کم حدیث کی حفاظت کے سلسلے میں کسی قسم کی کوتاہی کا الزام مستشرقینِ یورپ اور ان کے تلامذہ منکرینِ حدیث نہیں لگا سکتے۔

وضع حدیث کی وہ علامات جن کا تعلق متنِ حدیث سے ہے

محدثین کرامؒ نے جس طرح راویوں کی صداقت و دیانت کو ایک لازمی امر قرار دیا ہے، اسی طرح چند ایسی علامات بھی مقرر کی ہیں کہ اگر وہ تمام یا ان میں سے کوئی ایک علامت پائی جائے تو حدیث قابلِ قبول نہ ہو گی، ان میں سے چند یہ ہیں:

ا: جو حدیث ایسی ہو کہ اس کے معنی کی رکاکت وقارِ نبوی ﷺ کے خلاف ہو، وہ قابلِ قبول نہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''رکاکت کا تعلق صرف معنیٰ سے ہے اور اسی کو وضعِ حدیث کا سبب قرار دیا گیا ہے، اگرچہ الفاظ میں رکاکت موجود نہ ہو، اس لیے کہ دین محاسن پر مشتمل ہے اور معنوی رکاکت اس کے خلاف ہے۔ اور اگر صرف الفاظ ہی میں رکاکت موجود ہو تو مجرد اس کو وضعِ حدیث کا سبب نہیں قرار دیا جا سکتا۔ ممکن ہے کہ راوی نے بالمعنیٰ روایت کی ہو اور فصیح الفاظ کو غیر فصیح میں تبدیل کر دیا ہو۔ البتہ اگر وہ کہتا ہے کہ اس کے الفاظ نبی ﷺ کے الفاظ ہیں تو اُس صورت میں اس کو کاذب قرار دیا جائے گا''۔ [الباعث الحثیث: ۹۰]

۲: جو روایت قرآن، حدیثِ متواتر یا اجماع قطعی کے خلاف ہو، وہ صحیح نہیں۔

۳: جو عقلِ سلیم کے خلاف ہو اور اس میں کسی تاویل کی گنجائش نہ ہو، وہ قابلِ قبول نہیں۔

۴: اگر کوئی تاریخی واقعہ صحیح اور متواتر ذرائع سے معلوم ہے اور کوئی روایت اس کے خلاف ہے تو وہ روایت قابلِ قبول نہیں۔

۵: اگر کوئی روایت مشاہدات کے خلاف ہو تو وہ قابل قبول نہیں۔

۶: جس حدیث میں کسی معمولی نیکی پر غیر معمولی اور مبالغہ کے ساتھ ثواب بتلایا گیا ہو یا معمولی گناہ پر بہت بڑی وعید بیان کی گئی ہو، جیسا کہ صوفیاء وقُصّاص سے عام طور پر ہوتا ہے، وہ صحیح نہیں۔

۷: جس روایت میں ایسا واقعہ بیان کیا گیا ہو جو اگر وقوع میں آتا تو سینکڑوں آدمی اس کی روایت کرتے، مگر اس کے باوجود صرف ایک ہی راوی نے اس کی روایت کی ہو، اس صورت میں اس راوی کی یہ روایت قابلِ قبول نہیں۔

۸: جو حدیث انبیاء علیہم السلام کے قول سے مشابہت نہ رکھتی ہو، وہ قابلِ قبول نہیں۔ بہر حال وہ تمام روایتیں جن میں مذکورہ بالا علتوں میں سے کوئی ایک علت بھی پائی جاتی ہو، وہ محدثین کے نزدیک غیر معتبر ہیں۔[فتح المغیث: ۱۱۴]

وضع حدیث کی وہ علامات جن کا تعلق اسناد سے ہے

۱: راوی کذاب ہو اور کذب میں مشہور ہو، اس کے علاوہ اور کوئی ثقہ راوی اس کو روایت نہ کر رہا ہو [محدثین کرامؒ نے کذابین اور ان کی تاریخ معلوم کرنے کی پوری کوشش کی ہے اور اس میں ایسا استقصاء کیا ہے کہ کوئی کذاب اس کی زد سے نہیں بچ سکا ہے]

۲: واضع خود اپنے وضع کا اعتراف کرے، جیسے ابو عصمہ، نوح بن ابی مریم نے فضائلِ وضو میں بہت سی احادیث کے وضع کرنے کا اعتراف کیا ہے۔ اس سلسلے میں اس طرح کی بہت سی اور دوسری مثالیں بھی موجود ہیں۔ [تدریب الراوی: ۱۰۳]

۳: راوی ایسے شیخ سے روایت کرے جس سے اس کی ملاقات ثابت نہ ہو، یا اس کی وفات کے بعد پیدا ہوا ہو، یا جس جگہ سماع کا وہ دعویٰ کر رہا ہو وہاں کبھی گیا ہی نہ ہو جیسے مامون بن احمد ہروی نے دعویٰ کیا کہ اس نے ہشام بن عمار سے سُنا ہے، حافظ ابن حبان نے اس سے پوچھا کہ ”تم کب شام میں داخل ہوئے تھے؟“ تو اس نے کہا کہ ”۲۵۰ھ میں“۔ اس پر حافظ ابن حبان نے فرمایا: ”ہشام! جس سے تم روایت کرنے کا دعویٰ کر رہے ہو اس کا انتقال تو ۲۴۵ھ میں ہو چکا ہے“۔ اسی طرح عبداللہ بن اسحاق کرمانی نے محمد بن ابی یعقوب سے حدیث روایت کی۔ حافظ ابو علی نیشاپوری اس کے پاس آئے اور اس کا سن ولادت معلوم کیا تو اس نے ۲۵۱ھ بتایا۔ حافظ ابو علی نے اس سے کہا کہ ” محمد بن یعقوب تو تمہاری ولادت سے نو سال پہلے وفات پا چکے ہیں“۔ اسی طرح محمد بن حاتم کشی نے عبد بن حمید کے واسطے سے حدیث بیان کی تو حاکم ابو عبداللہ نے کہا کہ واہ۔ صاحبو! کیا کہنے، اس شیخ نے تو عبد بن حمید کی وفات کے تیرہ سال بعد اُس سے حدیث سنی ہے۔[میزان الاعتدال]

۴: کبھی وضع کا اندازہ راوی کے حال اور اس کے ذاتی رجحانات سے بھی لگایا جاسکتا ہے مثلاً حاکم نے سیف بن عمر تمیمی سے روایت نقل کی ہے انھوں نے بیان کیا: کہ ہم لوگ سعد بن طریف کے پاس تھے کہ اس کا لڑکا مکتب سے روتا ہوا آیا، تو سعد نے رونے کا سبب دریافت کیا اس پر اس لڑکے نے بتایا کہ استاد نے مارا ہے۔ اس پر سعد نے کہا اچھا یہ بات ہے تو میں بھی آج ان لوگوں کو خوب رسوا کروں گا۔

چنانچہ ایک حدیث بناڈالی:

حَدَّثَنِیْ عِکْرَمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوْعًا. مُعَلِّمُوْ صِبْیَانِکُمْ شِرَارُکُمْ، اَقَلُّھُمْ رَحْمَةً لِلْیَتِیْمِ وَاَغْلَظُھُمْ عَلَی الْمَسَاکِیْنِ۔[تدریب الراوی]

یا مثلاً محمد بن حجاج نخعی جو ہریسہ بیچا کرتا تھا، اس نے ہریسہ کی فضیلت میں ایک حدیث بناڈالی۔

اسناد پر نقد کے اُصول وضابطے:

محدثین کرامؒ نے راویان حدیث کے نقد کے لئے کچھ ایسے اصول اور ضابطے مقرر کئے ہیں۔ جن سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ کس راوی کی حدیث قابل قبول ہے اور کس کی قابل ترک، اور کس کی حدیث لکھی جائے گی اور کس کی چھوڑ دی جائے گی۔

ان متروکین کی اہم قسمیں حسب ذیل ہیں:

۱: وہ لوگ جن کے متعلق ثابت ہو جائے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف جھوٹی بات منسوب کر کے بیان کرتے ہیں، اس پر اجماع ہے کہ ایسے لوگوں کی روایت ہرگز نہیں لی جائے گی اور یہ کذب علی النبی اکبر الکبائر ہے بلکہ علماء کی ایک جماعت نے ایسے شخص کی تکفیر کی ہے اور ایک دوسری جماعت نے تو اس کو واجب القتل قرار دیا ہے۔

نیز اس میں بھی اختلاف ہے کہ ایسا شخص اگر توبہ کرے تو اسکی توبہ قابل قبول ہو گی یا نہیں؟ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور ابو بکر حمیدی رحمہ اللہ جو امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ ہیں، ان کی رائے یہ ہے کہ اس کی یہ توبہ قبول نہیں کی جائے گی لیکن امام نووی رحمہ اللہ اسکی توبہ اور اس

کے بعد اس کی روایت کو بھی قابلِ قبول قرار دیتے ہیں۔ ابو المظفر سمعانی رحمہ اللہ کا مسلک ہے کہ جو شخص ایک حدیث میں کاذب ثابت ہو جائے، اُس کی اِس سے پہلے کی بھی تمام مرویات ناقابلِ اعتبار ہو جاتی ہیں۔

۲: جو لوگ عام بول چال میں راست گفتاری کے پابند نہ ہوں اور غلط بیانی سے پرہیز نہ کرتے ہوں [اگرچہ حدیث نبوی ﷺ کے بارے میں ان کا جھوٹ علم و تجربہ میں نہ آیا ہو] ان کی روایت بھی قابلِ قبول نہیں۔

امام مالک رحمہ اللہ کا ارشاد ہے:

لَا یُؤْخَذُ الْعِلْمُ عَنْ اَرْبَعَةٍ رَجُلٌ مُعْلِنٌ بِالسَّفَهِ وَاِنْ کَانَ یَرْوِی النَّاس، وَرَجُلٌ یَکْذِبُ فِیْ اَحَادِیْثِ النَّاسِ وَاِنْ کَانَ لَا اَتَّهِمُهٗ اَنْ یَکْذِبَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَصَاحِبُ هَوٰی یَدْعُو النَّاسَ اِلٰی هَوَاهُ وَشَیْخٌ لَهٗ فَضْلٌ وَعِبَادَةٌ اِذَا کَانَ لَا یَعْرِفُ مَا یُحَدِّثُ بِهٖ۔ [الجرح والتعدیل: ۱/۳۲]

"چار آدمیوں سے یہ علم نہیں حاصل کیا جائے گا، ایک وہ آدمی جس کی بیوقوفی آشکارا ہو اگرچہ وہ بہت زیادہ روایت کرنے والا ہو اور دوسرا وہ آدمی جو لوگوں سے گفتگو میں جھوٹ بولتا ہو اگرچہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں اس پر جھوٹ بولنے کی تہمت نہ ہو، تیسرا وہ مبتدع جو اپنی بدعت کی طرف داعی ہو اور چوتھا وہ شخص بھی جو اگرچہ صاحبِ فضل و عبادت ہو مگر اپنی بیان کردہ حدیث کی اس کو معرفت نہ ہو، تو اس سے بھی حدیث نہ قبول کی جائے گی"۔

عام گفتگو میں جس شخص کا کذب ثابت ہو چکا ہو، ایسا شخص اگر اپنے کذب سے توبہ کرلے اور اس کے بعد اس کی عدالت بھی ثابت ہو جائے تو جمہور علماء کے نزدیک اس کی توبہ قابلِ قبول ہو گی اور اس کی خبر پر بھی اعتماد کیا جائیگا۔ البتہ ابو بکر صیرفی رحمہ اللہ کا اس میں اختلاف ہے، وہ فرماتے ہیں: کہ "جس راوی کی روایت اس کے کذب کی وجہ سے ایک مرتبہ چھوڑ دی جائے، اس کے توبہ کرلینے کے بعد پھر اس کی روایت قبول نہیں کی جائیگی"۔

۳: اَصۡحَابُ الۡبِدَعِ وَالۡاَهۡوَاء: اس پر تو آئمہ حقؒ کا اتفاق ہے کہ کسی مبتدع کی حدیث جب کہ اس کی بدعت موجبِ کفر ہو، یا وہ کذب کو حلال سمجھے، خواہ اس کی بدعت حد کفر تک نہ پہنچتی ہو، اس کی روایت ہر گز قابل قبول نہیں۔

مبتدعین کی ان قسموں کے علاوہ باقی کے بارے میں ایک رائے یہ ہے کہ جو مبتدع اپنی بدعت کی طرف داعی ہو، اس کی بھی روایت قابل قبول نہیں، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ ''متقدمین ومتاخرین کا اس میں اختلاف رہا ہے اور جس رائے پر اکثر لوگ ہیں، وہ یہ ہے کہ داعی وغیر داعی کے درمیان تفصیل ہے، یہی امام شافعی رحمہ اللہ سے بھی صراحۃً نقل کیا گیا ہے۔ مگر ابن حبان رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ ہمارے آئمہ کے نزدیک **قاطبة** اس سے استدلال جائز نہیں''۔

وَلَا اَعۡلَمُ فِيۡهِ اِخۡتِلَافاً

''اور مجھے اس میں کسی اختلاف کا علم نہیں''

لیکن ابن حبان رحمہ اللہ کا قول صحیح نہیں معلوم ہوتا، کیونکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے عمران بن خطان خارجی سے جو عبدالرحمن بن ملجم (وہی بدبخت جو علی رضی اللہ عنہ کا قاتل تھا) کا مداح تھا، روایت کی تخریج کی ہے، حالانکہ عمران خارجیت کا بہت بڑا داعی تھا، نیز امام شافعی رحمہ اللہ نے بھی فرمایا ہے: کہ ''اہل اھوا (مبتدعین) کی شہادت میں قبول کروں گا، سوائے روافض میں فرقہ خطابیہ کے، کیونکہ وہ اپنے موافقین کیلئے جھوٹی شہادت کو جائز سمجھتے تھے''۔[تدریب]

علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ '' بدعت کی دو قسمیں ہیں، ایک صغریٰ، دوسری کبریٰ۔ بدعت صغریٰ جیسے شیعیت جس میں غلو وزیادتی ہو (مثلاً عثمان رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں علی رضی اللہ عنہ کی صرف تفضیل کا عقیدہ ہو) اس طرح کی شیعیت تو بہت سے راویوں میں ان کے تدین وتقویٰ اور صدق وامانت کے باوجود تھی، اگر ان لوگوں کی حدیث کو رد کر دیا جائے تو بہت سے آثار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا سرمایہ ختم ہو جائیگا، اور اس صورت میں کھلی خرابی ہے۔

بدعت کبریٰ جیسے رفض کامل اوراس میں غلو۔ مثلاًابو بکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کی تنقیص کرنا اوراس کی طرف دعوت دینا، تواس طرح کے لوگوں کی روایات ہرگز قابل استدلال نہیں،اور نہ ان کا کوئی مقام ہے، بلکہ اس جماعت کا ایک آدمی بھی میرے سامنے ایسا نہیں ہے جو سچا اور قابل اعتماد ہو، بلکہ کذب بیانی ان کا شعار اور تقیہ و نفاق ان کا محبوب مشغلہ ہے ، پھر ایسے لوگوں کی روایات کو کیسے قبول کیا جاسکتا ہے۔ حاشاوکلّا غالی شیعہ سلف کے زمانہ میں اوران کی اصطلاح میں وہ لوگ ہیں جنہوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ، زبیر رضی اللہ عنہ، طلحہ رضی اللہ عنہ، معاویہ رضی اللہ عنہ اوراس جماعت پر جس نے علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کی تنقید کی اور بُرا بھلا کہا، جبکہ ہمارے زمانے میں اور ہماری اصطلاح میں غالی وہ ہے جو ان اکابر کی تکفیر کرتا ہو اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما سے بیزاری اختیار کرتا ہو، (معاذ اللہ) پس وہ گمراہ و مفتری ہے''۔ [میزان الاعتدال: ۴/۱]

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، تشیع متقدمین کے عرف میں نام ہے شیخین رضی اللہ عنہما کی تقدیم و تفضیل کے ساتھ عثمان رضی اللہ عنہ پر علی رضی اللہ عنہ کو فضیلت دینے کا۔

۴: زنادقہ و فساق اور وہ مغفّل لوگ جو اپنی روایات کا مطلب نہیں سمجھتے اور نہ ان میں ضبط اور فہم کے صفات پوری طرح موجود ہیں، یہ بھی متروکین میں داخل ہیں۔

وہ لوگ جنکی روایات میں توقّف کیا جائیگا

ایسے لوگوں کی چند قسمیں ہیں:

۱: جن کی جرح وتعدیل میں اختلاف ہو۔

۲: جن سے بکثرت خطاء کا صدور ہو اور ان کی اور آئمہ ثقات کی روایت میں فرق واختلاف ہو۔

۳: جنہیں نسیان کی کثرت ہو۔

۴: جن کا حافظہ خراب ہو۔

۵: جنہیں اخیر عمر میں اختلاط پیدا ہو گیا ہو۔

۶: وہ راوی جو ثقات وضعفاء کی تمیز کیے بغیر ہر ایک سے روایت لیتا ہو۔

مشہور اہم کتبِ جرح وتعدیل:

جرح وتعدیل کی کتابیں مختلف انداز اور طرز پر لکھی گئی ہیں۔ بعض میں صرف عدالت وضبط کے وجود کا تذکرہ ہوتا ہے۔ بعض میں صرف جرح وتنقید کا اور بعض دونوں کی جامع ہوتی ہیں یعنی اس میں جرح وتعدیل دونوں موجود ہوتی ہیں۔ بعض میں راویوں کی عدالت وضبط کے بیان کے ساتھ ان کے ضروری حالاتِ زندگی یعنی تاریخ پیدائش، وفات، جائے پیدائش، جائے قیام، اسفار، اساتذہ وتلامذہ، معاصرین اور ان سے ملاقات واستفادہ وغیرہ بھی مذکور ہوتے ہیں۔ اسی طرح بعض کتابوں میں کسی ایک کتابِ حدیث یا چند کتابوں کے رواۃ کا تذکرہ ہوتا ہے اور بعض میں عام رُوَات کا۔

عام کتب:

ڈ تاریخ بخاری (م۲۵۶ھ) معروف بالتاریخ الکبیر

بعض حضرات کے قول کے مطابق اس کتاب میں چالیس ہزار افراد کے حالات مذکور ہیں جبکہ ایک تحقیق کے مطابق مطبوعہ نسخے میں ۱۲۳۴۵ افراد کے حالات ہیں۔

ڈ تاریخ ابن خیثمہ (م۲۷۹ھ)

ڈ اَلْجَرْحُ وَالتَّعْدِیْل

ابن ابی حاتم رحمہ اللہ (م۳۲۷ھ) اور امام احمد رحمہ اللہ (م۲۴۸ھ)

ڈ تمیز النسائی امام نسائی رحمہ اللہ (م۳۰۳ھ)

ڈ التکمیل فی معرفة الثِقَاتِ وَالْمَجَاهِیل ابن کثیر رحمہ اللہ (م ۷۷۴ھ)

ڈ ثقات ابن حبان رحمہ اللہ (م ۳۵۴ھ)

ڈ ثقات احمد بن عبداللہ عجلی رحمہ اللہ ۔(م ۲۶۱ھ)

ڈ تَذْکِرَۃُ الْحُفَّاظ علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ (م ۷۴۸ھ)

ڈ کتابُ الثّقات قاسم بن قطون رحمہ اللہ (۸۷۹ھ)

ضعفاء کے متعلق:

ڈ الکامل ابن عدی رحمہ اللہ (م ۳۶۵ھ)

[خواہ جرح مقبول ہو یا غیر مقبول]

ڈ الضعفاء امام بخاری رحمہ اللہ

ڈ تاریخ الضعفاء امام نسائی رحمہ اللہ

ڈ مِیْزَانُ الْاِعْتِدَال علامہ ذہبی رحمہ اللہ

ڈ لِسَانُ المیزان ابن حجر رحمہ اللہ

مخصوص کتب کے رواۃ کے متعلق:

ڈ اَلْاکمَالُ فِیْ اَسْمَاءِ الرِّجَال عبدالغنی مقدسی رحمہ اللہ (م ۶۰۰ھ)

[صحاح ستہ کے ثقہ وضعیف تمام رواۃ کے متعلق]

ڈ تَھْذِیْبُ الْکَمَال حافظ جمال الدین مزی رحمہ اللہ (م ۷۴۲ھ)

ڈ تھذیبُ التَّھْذِیْب ابن حجر رحمہ اللہ

[جو امام مزی رحمہ اللہ کی ''تہذیب'' کی تلخیص و نئی ترتیب ہے]

قواعد جرح وتعدیل سے متعلق کتب:

ڈ مقدمہ کتابِ الجرحِ والتَّعدیل ابن ابی حاتم رحمہ اللہ

ڈ اَلرَّفْعُ وَالتَّکْمِیْل فی الجَّرحِ والتَّعدیل مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ

[اس موضوع پر نہایت اہم کتاب]

ڈ فنِ اسماءِ الرّجال آئمہ حدیث کا عظیم کارنامہ مولانا تقی الدین ندوی مظاہری

کتب تاریخ رجال:

- تاریخ الرواۃ — امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (م ۲۳۳ھ)
- التاریخ — امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (م ۲۴۱ھ)
- التاریخ الکبیر — امام بخاری رحمہ اللہ (۲۵۶ھ)

[جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مصنف کے دور تک تقریباً ۴۰ ہزار رجالِ حدیث کے حالات ہیں]

- الهداية والارشاد فی معرفة اهل الثقة والسداد

  ابو نصر کلاباذی رحمہ اللہ (م ۳۹۸ھ)
- تاریخ نیشابور — محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری رحمہ اللہ (م ۴۰۵ھ)
- تاریخ بغداد — ابو بکر احمد بغدادی شافعی رحمہ اللہ (م ۴۶۳ھ)
- الجمع بین رجال الصحیحین

  ابو الفضل مقدسی قیسرانی شیبانی رحمہ اللہ (م ۵۰۷ھ)

[جس میں ابو نصر کلاباذی رحمہ اللہ اور ابو بکر اصبہانی رحمہ اللہ کی کتابوں کے رجال کو جمع کیا گیا ہے]

- تاریخ دمشق — ابن عساکر دمشقی رحمہ اللہ (م ۵۷۱ھ)

  [بہترین اور جامع کتاب]
- تاریخ الاسلام وطبقات المشاهیر والاعلام — علامہ ذہبی رحمہ اللہ

کتب طبقات:

وہ کتب جن میں رجال کے مختلف طبقات قائم کیے گئے ہیں:

- الطبقات الکبریٰ — محمد بن سعد واقدی رحمہ اللہ (م ۲۳۰ھ)
- طبقات الرواۃ — ابو عمرو خلیفہ بن خیاط شیبانی عصفری رحمہ اللہ (م ۲۴۰ھ)
- طبقات المحدثین والرواۃ — ابو نعیم اصبہانی رحمہ اللہ (م ۴۳۰ھ)
- طبقات الحفاظ یا تذکرۃ الحفاظ — علامہ ذہبی رحمہ اللہ
- طبقات الحفاظ — علامہ سیوطی رحمہ اللہ (م ۹۱۱ھ)

کتب اسماء وکنٰی، القاب ونسب:

- الاسامی و الکنیٰ — علی بن عبد اللہ مدینی رحمہ اللہ (م۲۲۴ھ)
- الاسماء والکنیٰ — امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (م۲۴۱ھ)
- الکنیٰ — امام بخاری رحمہ اللہ، امام نسائی رحمہ اللہ، ابن ابی حاتم رحمہ اللہ
- کتاب الکنیٰ والاسماء — امام مسلم رحمہ اللہ
- الکنیٰ والاسماء — ابو بشر محمد بن احمد انصاری دولابی رحمہ اللہ (م۳۲۰ھ)
- الاسماء والکنیٰ — حاکم کبیر نیشاپوری رحمہ اللہ (م۳۷۸ھ)
- فتح الباب فی الکنیٰ والالقاب

ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق بن مندہ اصبہانی رحمہ اللہ (م۳۹۵ھ)

- المشتبہ فی النسبۃ — ابو محمد عبد الغنی اسدی مصری رحمہ اللہ (م۴۰۹ھ)
- المشتبہ فی اسماء الرجال — علامہ ذہبی رحمہ اللہ
- تحفہ ذوی الارب فی شکل الاسماء والنسب

ابن خطیب وہشہ ہمدانی رحمہ اللہ (م۸۳۴ھ)

- الانساب — تاج الاسلام سعید عبد الکریم تمیمی سمعانی رحمہ اللہ (م۵۶۲ھ)
- اللباب — علی بن محمد شیبانی جزری رحمہ اللہ (م۶۳۰ھ)

[الانساب کا اختصار]

- اِقتباسُ الْانوار وَالتماسُ الازھار فی اَنْسابِ الصحابۃِ ورواۃِ الآثار

محمد عبد اللہ اندلسی جور شاطی رحمہ اللہ (م۵۴۲ھ)

- مَا اتَّفَقَ مِنْ اَسْمَاءِ الْمحدِّثِیْن وَاَنْسابِھِم غَیْرَ اَنَّ فی بَعْضِہٖ زِیادۃُ حَرْفٍ وَاحِدٍ

ابو بکر احمد خطیب بغدادی رحمہ اللہ (م۴۶۳ھ)

- اَلْاَنْسابُ الْمُتَّفِقَہ فی الْخَطِّ الْمُتَمَاثِلَۃِ فی النّقطِ والضبطِ

شیخ محمد بن ظاہر مقدسی رحمہ اللہ (م۵۰۷ھ)

تتمہ

محدث اور طالبِ حدیث کے آداب واخلاق

آدابِ محدث:

استادِ حدیث کے لیے مندرجہ ذیل آداب اور اخلاق اپنانا ضروری ہیں:

- تصحیح نیت اور اخلاص کہ تعلیم میں اغراض دنیوی کو داخل نہ ہونے دیں۔
- باطن کے ساتھ ساتھ ظاہر یعنی جسم ولباس کی پاکیزگی قائم رکھنا اور خوشبو لگانا۔
- کلام اور صاحبِ کلام (حدیث اور نبی کریم ﷺ) کی عظمت کا پورا پورا خیال رکھنا۔
- مجلسِ تحدیث میں باوقار ہو کر بیٹھنا اور اپنے آپ کو حرکات خفیفہ سے محفوظ رکھنا۔
- جو معمول بہا احادیث سامنے آئیں اُن پر عمل کا پورا اہتمام کرنا۔
- اپنے آپ کو مکارمِ اخلاق سے مزین کرنا اور نبی کریم ﷺ کا اسوہ حسنہ اپنانا۔
- درس حدیث کے دوران آواز باوقار ہونے کے ساتھ بلحاظِ موقع آواز اونچی اور پست رکھنا یعنی اگر طالب العلم کم ہوں تو آواز پست اور اگر زیادہ ہوں تو بلند رکھنی چاہیے۔
- درسِ حدیث کی مجلس کی ابتداء اور انتہاء اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور نبی کریم ﷺ پر درود سے کرنا۔
- جب لوگ اس کے علم کے محتاج ہوں تو تعلیم دینے میں بخل سے کام نہ لینا اور کسی کو غرضِ فاسد کی بناء پر اپنے آپ سے مستفید ہونے سے نہ روکنا۔
- اگر اس کے شہر اور زمانے میں خود اُس سے کوئی حق پرست بڑا عالم موجود ہو تو تلامذہ کو اس سے استفادہ کی تلقین کرنا۔
- بڑھاپے کی بناء پر یا کسی دوسرے عارضہ کے سبب تحدیث میں اوہام اور اغلاط کا خطرہ محسوس کرے تو تحدیث سے رک جانا۔

آداب طالب الحدیث:

طلباء کے لیے بھی مندرجہ ذیل آداب واخلاق اپنانا ضروری ہیں:

- اخلاص و تصحیحِ نیت یعنی ان کا بھی حصول علم سے مقصد اغراض دنیاوی کا حصول نہ ہونے چاہئیں۔
- اعلیٰ اخلاق اپنانااور ساتھ ساتھ دورانِ درس سامنے آنے والی احادیث پر عمل کرنے کی حتی الوسع کوشش کرنا۔
- حصولِ حدیث کیلئے محنت کرنا،اپنا وقت دوسرے ساتھیوں کے ساتھ تکرار و مذاکرۂ حدیث میں لگانااور ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعائے علم وتوفیق مانگتے رہنا۔
- اپنے شیخ کاادب واحترام ملحوظِ خاطر رکھنااور دورانِ استفادہ اُسے اس طرح سے تنگ ہر گز نہ کرنا کہ وہ مستفید کرنے ہی سے اُکتا جائے۔
- علم، کتاب، استاد، درس گاہ وغیرہ کے عزت واحترام کا پورا پورا خیال رکھنااور بے ادبی سے بچنا کیونکہ یہ سبب زوال علم ہے۔جیسا کہ مولانا روم رحمہ اللہ نے اس بارے میں فرمایا ہے:

از خدا خواہم توفیق ادب　　　　بے ادب محروم ماند از فضلِ رب

- محض بیجا شرم یا تکبر کی وجہ سے اپنے زمانے اور شہر کے کسی حق پرست عالم کے استفادہ سے خود کو محروم نہ کرنا۔اور
- اہل ہونے پر درس وتدریس، تخریج وتصنیف اور تحقیق میں مشغول ہونا۔

اہم مؤلفات:

محدث اور طالب حدیث کے آداب واخلاق پر محدثین نے مستقل کتابیں لکھی ہیں جیسا کہ:

- اَلْجَامِعُ لِاَخْلَاقِ الرَّاوِی و آدَابِ السَّامِع　　خطیب بغدادی رحمہ اللہ
- جَامِعُ بَیَانِ الْعِلْمِ وَفَضْلِهٖ وَمَا يَنْبَغِی فِی رِوَايَتِهٖ وحَمْلِهٖ

ابن عبدالبر رحمہ اللہ (م ۴۶۳ھ)

رباعیاتِ امام بخاری رحمہ اللہ

رَی کے قاضی ابوالعباس ولید بن ابراہیم، رحمہ اللہ امام بخاری رحمہ اللہ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: کہ ”جب میں لکھنے پڑھنے کے قابل ہوا تو دل میں علمِ حدیث کے حصول کا بہت شوق پیدا ہوا۔ اُس زمانے میں امام بخاری رحمہ اللہ کی بڑی شہرت تھی۔ لہٰذا امام بخاری رحمہ اللہ کے درسگاہ کی طرف چل پڑا۔ خدمت میں حاضر ہو کر اپنا ارادہ (شوقِ حدیث) ظاہر کیا تو امام بخاری رحمہ اللہ نے میری درخواست پر فرمایا: یَا بُنَیَّ لَاتَدْخُلْ فِیْ اَمْرٍ اِلَّا بَعْدَ مَعْرِفَةِ حُدُوْدِهٖ وَالْوُقُوْفِ عَلٰی مَقَادِرِهٖ۔ ”اے میرے بیٹے! (یاد رکھو) کسی بھی کام میں داخل ہونے سے پہلے اُس کے حدود اور مقادیر کی پوری واقفیت اور معلومات کر لیا کرو“۔ میں نے کہا جس چیز کا شوق لے کر آیا ہوں اُس کے حدود اور شرائط آپ ہی مجھے بتا دیں تو امام بخاری رحمہ اللہ فرمانے لگے:

اِعْلَمْ اَنَّ الرَّجُلَ لَایَصِیْرُ مُحَدِّثًا کَامِلاً فِیْ عِلْمِ الْحَدِیْثِ اِلَّا بَعْدَ اَنْ یَّکْتُبَ اَرْبَعًا مَعَ اَرْبَعٍ کَاَرْبَعٍ مِثْلَ اَرْبَعٍ فِیْ اَرْبَعٍ عِنْدَ اَرْبَعٍ بِاَرْبَعٍ عَلٰی اَرْبَعٍ عَنْ اَرْبَعٍ لِاَرْبَعٍ وَکُلُّ هٰذِهِ الرُّبَاعِیَاتِ لَا تَتِمُّ اِلَّا بِاَرْبَعٍ مَعَ اَرْبَعٍ فَاِذَا تَمَّتْ لَهٗ کُلُّهَا هَانَتْ عَلَیْهِ اَرْبَعٌ وَابْتُلِیَ بِاَرْبَعٍ فَاِذَا صَبَرَ عَلٰی ذَالِکَ اَکْرَمَهُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا بِاَرْبَعٍ وَاَصَابَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ بِاَرْبَعٍ۔

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ: کوئی بھی شخص ان رباعیات کے بغیر کامل محدث نہیں بن سکتا اور جب یہ رباعیات حاصل ہو جائیں تو یوں سمجھو کہ اُسے دونوں جہانوں کی کامیابی نصیب ہو گئی۔ قاضی ولید بن ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ بارہ رباعیات سن لیے تو میں حیران ہونے کیساتھ ساتھ گھبرا بھی گیا۔ میں نے امام بخاری رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ یہ رباعیات مجمل اور مبہم ہے اگر تھوڑی تشریح اور وضاحت ہو جائے تو مہربانی ہو گی۔ لہٰذا امام صاحب رحمہ اللہ نے تفصیل شروع کر دی۔

پہلی رباعی: اَنْ یَّکْتُبَ اَرْبَعاً یعنی چار چیزیں لکھنا:

(۱)رسول اللہ ﷺ کی احادیث　　(۲)صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات اور تعداد

(۳)تابعین رحمہم اللہ کے حالات اور شمار　　(۴)علماء اُمت اور اُن کی تاریخ

دوسری رباعی: مَعَ اَرْبَعٍ یعنی چار چیزوں سمیت لکھنا:

(۱)احادیث کے رجال کے نام　　(۲)اُن کی کنیت

(۳)اُن کی جائے سکونت　　(۴)اُن کی ولادت اور وفات کا سال

تیسری رباعی: کَاَرْبَعٍ یعنی چار چیزوں کی طرح:

(۱) جیسے خطیب کے لیے حمد پڑھنا لازم ہے۔

(۲)رسول اللہ ﷺ کا نام ذکر ہونے پر درود لازم ہے۔

(۳) جیسے دو سورتوں کے درمیان فصل کے لیے بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے۔

(۴) جیسے نماز کے شروع کرنے کے لیے تکبیر کہنا ضروری ہے۔

یعنی رجال کے نام ،اسمِ کنیہ ،اُن کی جائے سکونت،تاریخِ پیدائش اور وفات کے سال لکھنا ان چاروں کی طرح ضروری اور لازم چیزیں ہیں۔

چوتھی رباعی: مِثْلَ اَرْبَعٍ جیسے یہ چار چیزیں لکھنا ضروری ہیں:

(۱)مسانید (وہ احادیث جن کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف ہوئی ہو) کا لکھنا۔

(۲)مرسلات (وہ احادیث جن میں صحابی کا نام ذکر نہ کیا گیا ہو) کا لکھنا۔

(۳)موقوفات (اقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہم) کا لکھنا۔

(۴)مقطوعات (تابعینؒ کے اقوال) لکھنا۔

یعنی ہر قسم کی احادیث کی استقصاء کرنی چاہیے۔

پانچویں رباعی: فِیْ اَرْبَعٍ چار اوقات میں:

(۱) کم سنی (بچپن) میں لکھے　　(۲)جوانی میں

(۳)کُھُولَت (اَدھیڑ عمری) کے وقت　　(۴) بڑھاپے اور کمزوری کے وقت میں

مطلب یہ کہ عمر کے کسی بھی حصے میں تحصیلِ علم کا جذبہ اور شوق ٹھنڈا نہ ہونے پائے اور نہ ہی قلم ہاتھ سے رکھ چھوڑو۔

چھٹی رباعی: عِنْدَ اَرْبَعٍ یعنی چار حالات میں:

(۱)فرصت (۲)مصروفیت

(۳)فراخی (۴)تنگ دستی میں

ساتویں رباعی: بِاَرْبَعٍ یعنی چار مقامات میں لکھتے رہا کرو:

(۱)پہاڑوں (۲)دریاؤں اور سمندروں میں

(۳)آبادی میں (۴)حتیٰ کہ جنگلوں میں بھی

آٹھویں رباعی: عَلٰی اربعٍ یعنی چار چیزوں پر لکھو:

(۱)پتھروں پر (۲)چمڑے پر

(۳)ہڈی پر (۴)کھجور کے پتوں پر

[اُس زمانے میں ان چیزوں پر لکھائی کی جاتی تھی]

نویں رباعی: عَنْ اَرْبَعٍ یعنی چار سے لکھنا:

(۱)بڑے سے (۲)چھوٹے سے

(۳)ہم عمر سے (۴)اپنے باپ کے مخطوطے سے

[بشرطیکہ یقین ہو کہ یہ اُسی کی تحریر ہے]

دسویں رباعی: لِاَرْبَعٍ چار اغراض کے لیے:

(۱)اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے۔

(۲)عمل کرنے کی غرض سے، بشرطیکہ اس کے مقابل میں قوی دلیل موجود نہ ہو۔

(۳)طلباء حدیث کے درمیان شایع اور عام کرنے کی غرض سے۔

(۴)اس لیے کہ تالیفات زیادہ ہو جائیں، کیونکہ دین کی بقاء احادیث کی تالیفات کی بقاء پر ہے۔

ڈ یہ دس رباعیات جس چیز کے بغیر پوری نہیں ہوتیں وہ یہ دو رباعیات ہیں: اول کَسبی، دوم وَہبی

گیارویں رباعی[کسبی]: چار چیزیں ہیں:

(۱) فنِ کتابت (۲) علمِ لغت

(۳) علمِ صَرف (۴) علمِ نحو

یعنی ان چار فنون میں مہارت حاصل کرنا۔

بارویں رباعی[وہبی]: وہ یہ چار چیزیں ہیں:

(۱) صحت (۲) قدرت

(۳) علم کے ساتھ شوق اور محبت (۴) قوتِ حافظہ

ڈ ان رباعیات کے نصیب ہونے کی خوشی میں اس طالبِ علم کو چار وہ چیزیں جو اُسے بہت پیاری ہیں اُس کی نظر میں بہت بے قدر ہو جائینگی۔

رباعی: چار چیزیں جو بے قدر ہو جائینگی:

(۱) بیوی (۲) اولاد

(۳) مال (۴) وطن

رباعی: اور چار چیزوں میں مبتلاء ہو جاؤ گے:

(۱) دشمن تم پر ہنسیں گے (۲) دوست لعنت اور ملامت کریں گے

(۳) کوتاہ بین اور تنگ نظر لوگ تم پر طعن و تہمت لگائیں گے

(۴) اور اپنے زمانے کے علماء تم سے حسد کرنا شروع کر دینگے

ڈ اور جب کوئی ان چاروں پر صبر کریگا تو۔۔!

رباعی: اللہ تعالیٰ اس کو چار چیزوں سے معزز فرمائیگا۔

(۱) قناعت سے

(۲) ایمانی رعب اور ہیبتِ خلق سے، یعنی مخلوق سے ڈر ہر گز نہ ہو گا۔

(۳) ہمیشہ کی خوشی نصیب ہو جائیگی فَلَنُحۡيِيَنَّهُمۡ حَيٰوةً طَيِّبَةً (نحل:۹۷)

(۴) علم کی لذت کو حقیقی معنوں میں جان جائیگا۔

رباعی: آخرت میں بھی چار چیزوں سے مالامال، یعنی معزز ہو جائیگا (انشاء اللہ)۔

(۱) اپنوں کے لیے شفیع (سفارشی) بن جائے گا اور اس درجے کا طمع (امید) دے دی جائے گی۔

(۲) عرشِ عظیم کے سایہ میں جگہ دے دی جائے گی [حَيۡثُ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ]: ترمذی

(۳) حوضِ کوثر کا پانی پینا میسر ہو جائے گا۔

(۴) انبیاء ورُسُل علیہم السلام اور نیک لوگوں کی ہمسائیگی نصیب ہو جائے گی۔

[اولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین]

(نساء)

اس کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اے پیارے! جو باتیں میں نے مختلف مشائخ او اساتذہ سے سنی تھیں وہ میں نے تمہیں ایک ہی جگہ پر بیان کر دیں۔ اب تمہاری مرضی ہے کہ علمِ حدیث حاصل کرنا چاہتے ہو یا چھوڑ دیتے ہو۔

قاضی ولید ابو العباس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں یہ سن کر کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گیا اور دل میں یہ سوچنے لگا کہ علم حدیث کی تحصیل جس طریقے سے امام بخاری رحمہ اللہ نے ان رباعیات میں بیان کی ہے سو یہ تو نہایت ہی مشکل کام ہیں میں بھلا اس کا متحمل کیسے بن سکوں گا۔ ادھر جب امام بخاری رحمہ اللہ نے میری خاموشی محسوس کی اور مجھے گہری سوچ میں مبتلا ہوئے دیکھا تو فرمایا:

فَإِنْ لَّمْ تُطِقْ إِحْتِمَالَ الْمَشَاقِ كُلِّهَا فَعَلَيْكَ بِالْفِقْهِ الَّذِيْ يُمْكِنُكَ تَعَلُّمُهُ وَأَنْتَ فِي الْبَيْتِ وَقَارٌ سَاكِنٌ لَاتَحْتَاجُ إِلَى بُعْدِ الْأَسْفَارِ وَوَطِيِ الْآبَارِ وَرُكُوبِ الْبِحَارِ وَهُوَمَعَ ذَا ثَمَرَةُ الْحَدِيْثِ۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ: اگر تمہیں علمِ حدیث کی تحصیل اس وجہ سے مشکل نظر آتی ہے کہ اس میں بہت سی مشقتیں اور تکالیف پنہاں ہیں تو پھر تم علم فقہ حاصل کرو۔ کیونکہ اس میں تم تکالیف سے بچ جاؤ گے۔ لیکن یہ خیال ضرور رکھنا کہ علم فقہ تمہیں حقیر ہر گز نظر نہ آئے گو یہ آسان تو ہے لیکن یقینا یہ بھی علم حدیث ہی کا ثمرہ ہے۔

[ماخوذ از: تہذیب الکمال ۲۴/ ۴۶۲، ۴۶۳ و مقدمہ او جز المسالک]

تمت بالخیر

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

ابو معاویہ محمد ایاز خان درانی

دسمبر ۲۰۰۲ء بمطابق شوال ۱۴۲۳ھ

زیادت واضافہ سے فراغت: ۲ اپریل ۲۰۰۳ء ۱۱ بجے بدھ بمطابق ۲۹ محرم ۱۴۲۴ھ

نظر ثانی: اکتوبر ۲۰۰۶ء بمطابق رمضان المبارک ۱۴۲۷ھ

ضمیمہ

مختصر مصطلح الحدیث [سوالاً جواباً]

از: ابو سلمان ڈاکٹر مولانا سراج الاسلام حنیف

رَبِّ لُطْفُکَ دَائِماً

الحمد للہ ذی الالاء والحکم المفضل امۃ محمد ﷺ علی سائر الامم، التی خصھا بعلم الاسناد، الذی لم یشرکھا فیہ احد من العباد، تشریفا لعبدہ و حبیبہ وخلیلہ ورسولہ محمد ﷺ سید الانام، علیہ منہ افضل الصلوات والبرکات والسلام، دائما متزائدا بلا انفصام، وعلی آلہ وازواجہ وذریتہ واصحابہ البررۃ الکرام، والتابعین لھم باحسان من الاماثل والاعلام۔

صحیح جواب کا انتخاب کریں:

(سوال:۱) اصولِ حدیث "مصطلح الحدیث" بحث کرتی ہے؟

(جواب) (۱) باعتبار قبول ورد، سند و متن سے۔

(۲) اسانید اور احوالِ رواۃ سے۔

(۳) باعتبار صحت وضعف، سند و متن سے۔

(سوال:۲) تابعی کون؟

(جواب) (۱) جو کسی صحابی سے اسلام کی حالت میں ملا ہو اور اسلام کی حالت میں ہی فوت ہوا ہو۔

(۲) جو پہلی صدی ہجری میں زندہ تھا۔

(۳) جس نے دینی امور میں نبی اکرم ﷺ کی پیروی کی ہو۔

(سوال:۳) تابعِ تابعی کون ہے؟

(جواب:) (۱) پہلی صدی ہجری میں زندگی گزارنے والا مسلمان۔

(۲) جس کی کسی تابعی سے ملاقات ثابت ہو۔

(۳) جس کی کسی صحابی سے ملاقات ثابت ہو۔

(سوال:۴) ثقہ راوی میں کن اوصاف کا پایا جانا ضروری ہے؟
(جواب) (۱) اسلام، عقل اور بلوغ۔
(۲) اسلام، عدل اور ضبط۔۔
(۳) حافظے کا مضبوط ہونا۔

(سوال:۵) حدیث کی تقسیم: [درجہ کے لحاظ سے]
(جواب) (۱) قدسی، شریف، موقوف، مقطوع۔
(۲) مرسل، معلق، معضل، منقطع۔
(۳) صحیح، حسن، ضعیف، موضوع۔۔

(سوال:۶) حدیث حسن وہ ہے:
(جواب) (۱) جس کی سند متصل اور راوی مختلط (اختلاط کے شکار) ہوں۔
(۲) جس کی سند متصل اور راوی خفیف الضبط (معمولی ضبط کے) ہوں۔۔
(۳) جس کی سند متصل اور راوی خفیف العدالۃ (کم درجہ کے عادل) ہوں۔

(سوال:۷) حدیث حسن کا حکم:
(جواب) (۱) صحیح حدیث کی طرح قابل استدلال اور قابل احتجاج ہوتی ہے، سب فقہاء کا اس پر عمل رہا ہے۔۔
(۲) فضائل اعمال کے سلسلے میں کچھ شروط کو مد نظر رکھ کر اس پر عمل کرنا مستحب ہے۔
(۳) نا قابل بیان اور نا قابل عمل ہوتی ہے۔

(سوال:۸) حدیثِ قدسی:
(جواب) (۱) صحابی کا وہ قول ہے جسے وہ نبی ﷺ سے روایت کرے۔
(۲) صحابی کا وہ قول ہے جسے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرکے روایت کرے۔
(۳) نبی ﷺ کا وہ فرمان ہے جسے نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرے روایت کریں۔۔

(سوال:۹) حدیث قدسی کا حکم کیا ہے؟

(جواب) (۱)سب قدسی احادیث صحیح ہوتی ہیں۔

(۲) اُن کے اسانید کے اعتبار سے کچھ مقبول اور کچھ مردود ہوتی ہیں۔۔

(۳) اُن میں صحیح و حسن احادیث تو ہوتی ہیں مگر مردوداحادیث نہیں ہوتیں۔

(سوال:۱۰) حدیث مشتمل ہوتی ہے:

(جواب) (۱) سنداور متن پر۔۔

(۲) سنداور طرف پر۔

(۳) طرف اور متن پر۔

(سوال:۱۱) حسن حدیث کا حکم کیا ہے؟

(جواب) (۱) چند شروط کے ساتھ فضائل اعمال میں لگ سکتی ہیں۔

(۲) استدلال واحتجاج میں صحیح حدیث کی طرح ہوتی ہے اور اکثر فقہاء اس سے استدلال کرتے چلے آئے ہیں۔۔

(۳) اس کی روایت اور اس پر عمل دونوں ناجائز ہیں۔

(سوال:۱۲) راوی کے عادل ہونے کے کیا شروط ہیں؟

(جواب) (۱) اسلام، صحبت، عقل، مروت، سچائی۔

(۲) امانت، عقل، بلوغ، عدم فسق۔

(۳) اسلام، عقل، بلوغ، عدمِ فسق، مروت۔۔

(سوال:۱۳) سند کیا ہے؟

(جواب) (۱) لوگوں کا وہ سلسلہ وزنجیر جو متن حدیث تک رسائی کا ذریعہ ہو۔۔

(۲) نبی اکرم ﷺ کو منسوب قول۔

(۳)وہ صحابی جس نے حدیث کو روایت کیا ہے۔

(سوال:۱۴) سندِ عالی، سندِ نازل سے کیوں ممتاز ہوتی ہے؟

(جواب) (۱) اسنادِ عالی کے رواۃ اسنادِ نازل سے زیادہ ثقہ ہوتے ہیں۔۔

(۲) اسنادِ عالی کے رواۃ اسنادِ نازل سے تعداد میں زیادہ ہوتے ہیں۔

(۳) اسنادِ عالی کے رواۃ اسنادِ نازل سے تعداد میں کم ہوتے ہیں۔

(سوال:۱۵) سند کے اتصال (متصل ہونے) کا کیا مطلب ہے؟

(جواب) (۱)سند کے پہلے راوی سے لے کر آخری راوی تک ہر ہر راوی نے بالمشافہ اپنے استاذ سے حدیث نقل کی ہو۔۔

(۲)ابتدائے سند سے انتہائے سند تک کا ہر راوی اپنے استاذ کا ہم عصر ہو۔

(۳) ابتدائے سند سے انتہائے سند تک کے سب راویوں کی آپس میں ملاقات ثابت ہو۔

(سوال:۱۶) شاہد کیا ہے؟

(جواب) (۱)کسی غریب حدیث کے راوی صحابی کے نام میں مخالف ہوں۔

(۲) کسی دوسرے صحابی سے ایسا متن جو کسی حدیثِ فرد کے ساتھ لفظاً و معنیً یا صرف معنیً مشابہ ہو۔۔

(۳) جو دو طرق سے ایک تابعی سے مروی ہو۔

(سوال:۱۷) صحابی کون ہوتا ہے؟

(جواب) (۱) جس کی ملاقات نبی ﷺ سے بحالتِ اسلام ثابت ہو۔۔

(۲) جو نبی ﷺ کی زندگی میں وفات پاچکا ہو۔

(۳) جو نبی ﷺ کی زندگی میں پیدا ہو چکا ہو اگرچہ اُن سے ملاقات نہ کی ہو۔

(سوال:۱۸) صحتِ حدیث کے شروط:

(جواب) (۱)عدالتِ رواۃ، عدم شذوذ، عدم علت، اتصال سند، وثاقتِ رواۃ۔

(۲) ملاقاتِ رواۃ، صدقِ رواۃ، عدم علت، امانتِ رواۃ، عدم شذوذ۔

(۳) اتصال، سند، عدالتِ رواۃ، ضبطِ رواۃ، عدم شذوذ، عدمِ علت۔۔

(سوال:۱۹) صحتِ حدیث کے پانچ شروط میں سے تین شرطیں:

(جواب) (۱)اتصالِ سند، عدالت رواۃ، عدم علت۔۔

(۲) ضبطِ رواۃ، صدقِ رواۃ، سقطِ ظاہری کا نہ ہونا۔

(۳) اتصال سند، رواۃ کی ایک دوسرے سے ملاقات کا ثبوت، شذوذ کا نہ ہونا۔

(سوال:۲۰) صحیح حدیث سے کیا مراد ہے؟

(جواب) (۱) وہ روایت ہے جو بیک وقت صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود ہو۔

(۲) وہ روایت ہے جس کے سب راوی عادل، کامل الضبط ہوں، اس کی سند متصل ہو، اور شاذ و معلل نہ ہو اور اس کی یہ حالت ابتداء سے لے کر انتہائے سند تک برقرار رہے۔۔

(۳) صحیح ''سقیم'' کی ضد ہے۔

(سوال:۲۱) صحیح حدیث، حسن حدیث سے کیونکر ممتاز ہوتی ہے؟

(جواب) (۱) صحیح کے رواۃ حسن کے مقابلہ میں تعداد میں زیادہ ہوتے ہیں۔

(۲) صحیح کے رواۃ حسن کے مقابلہ میں زیادہ ضابط ہوتے ہیں۔۔

(۳) صحیح کے رواۃ حسن کے مقابلہ میں زیادہ عادل ہوتے ہیں۔

(سوال:۲۲) صحیح حدیث کی ایک شرط ''عدم علت'' ہے۔ یہ عدم علت کیا شے ہے؟

(جواب) (۱) حدیث کی سند میں کسی سقط خفی کا موجود ہونا۔

(۲) کوئی غامض سبب جو حدیث کی صحت پر اثر انداز ہو سکے۔۔

(۳) جس میں کوئی ثقہ راوی، اوثق راوی سے حدیث بیان کرنے میں مخالفت کرے۔

(سوال:۲۳) صحیح حدیث کا حکم کیا ہے؟

(جواب) (ا) قابلِ عمل، قابلِ استدلال۔۔

(۲) نا قابلِ عمل، نا قابلِ استدلال۔

(۳) وجوبِ عمل و وجوبِ استدلال،

(سوال:۲۴) ضبطِ رواۃ سے کیا مراد ہے؟

(جواب) (ا) راوی کا عاقل اور بالغ ہونا۔

(۲) حفظِ حدیث، حفظِ صدر، حفظِ کتاب۔۔

(۳) حفظ یا سماع کے لحاظ سے تثبت۔

(سوال:۲۵) ضعیف حدیث کا کیا حکم ہے؟

(جواب) (ا) کچھ شروط کو مد نظر رکھ کر قابلِ عمل اور قابلِ بیان ہوتی ہے۔۔

(۲) اس پر عمل کرنا اور اسے بیان کرنا مطلقاً جائز ہے۔

(۳) اسے بہر صورت بیان کرنا اور اس پر عمل کرنا ناجائز ہوتا ہے۔

(سوال:۲۶) طرفِ حدیث (اطراف الحدیث) کیا ہے؟

(جواب) (ا) متن کا وہ حصہ جو باقی متن پر دلالت اور اس کی نشان دہی کرے۔۔

(۲) متنِ حدیث اور طرفِ حدیث مترادف ہیں، ان کے مابین کوئی فرق نہیں۔

(۳) متن کے شروع کا کوئی سا مفید جملہ۔

(سوال:۲۷) عددِ رواۃ کے لحاظ سے حدیث کی قسمیں ہوتی ہیں:

(جواب) (ا) غریب، عزیز، مشہور، متواتر۔۔

(۲) قدسی، شریف، موقوف، مقطوع۔

(۳) صحیح، حسن، ضعیف، موضوع۔

(سوال:۲۸) عدمِ شذوذ کیا ہے؟

(جواب) (۱) ثقہ کی اوثق (اعلیٰ ثقہ) سے مخالفت۔

(۲) ثقہ کی اوثق (اعلیٰ ثقہ) سے موافقت۔۔

(۳) عادل وضابط کی اوثق (اعلیٰ ثقہ) سے مخالفت۔

(سوال:۲۹) عزیز حدیث کیا ہوتی ہے؟

(جواب) (۱) جس کے راوی تعداد میں غریب حدیث سے کم ہوں۔

(۲) جس کو نقل کرنے میں، ساری سند یا اس کے کسی طبقہ میں دو راوی متفق ہوں۔۔

(۳) جس کے راوی تعداد میں مشہور حدیث سے زیادہ ہوں۔

(سوال:۳۰) علمائے حدیث کی تقسیم ترتیب نزولی کے لحاظ سے:

(جواب) (۱) حافظ، محدث، امیر المؤمنین، مُسنِد۔

(۲) امیر المؤمنین، حافظ، محدث، مسند۔۔

(۳) امیر المؤمنین، مسند، محدث، حافظ۔

(سوال:۳۱) علمائے حدیث کے مراتب درجہ کے لحاظ سے:

(جواب) (۱) امیر المؤمنین، حافظ، محدث، مسند۔۔

(۲) مسند، فقیہ، محدث۔

(۳) امیر المؤمنین، محدث، مسند۔

(سوال:۳۲) عمل کے لحاظ سے حدیث کی قسمیں:

(جواب) (۱) صحیح، حسن، ضعیف، موضوع۔

(۲) معمول بہ، اور غیر معمول بہ۔۔

(۳) غریب، عزیز، مشہور، متواتر۔

(سوال:۳۳) غریب حدیث کیا ہے؟

(جواب) (۱) جس کے متن میں کوئی غریب اور قابلِ وضاحت لفظ موجود ہو۔

(۲) جس کو نقل کرنے میں ایک راوی منفرد ہو۔۔

(۳) جس کی سند میں ایک راوی مجہول ہو۔

(سوال:۳۴) غریب اور مشہور حدیث کا حکم بیان کیجئے؟

(جواب) (۱) حدیث مشہور مطلقاً صحیح ہوتی ہے جبکہ غریب حدیث ایسی نہیں ہوتی۔

(۲) غریب اور مشہور حدیث ہمیشہ صحیح تصور کی جاتی ہے۔

(۳) راویوں کے حسبِ حال ان میں سے کچھ مقبول اور کچھ مردود ہوتی ہیں۔۔

(سوال:۳۵) غیر معمول بہ حدیث وہ ہے:

(جواب) (۱) جو مقبول ہونے کے باوصف ناقابل عمل ہو، اس لئے کہ منسوخ ہو گیا ہو یا اس کا کوئی قوی معارض موجود ہو۔۔

(۲) ناسخ حدیث۔

(۳) مقطوع حدیث۔

(سوال:۳۶) کتابی کی روایت:

(جواب) (۱) ہر گز قابلِ قبول نہیں ہے اس لئے کہ اس میں عادل ہونے کی شرط مفقود ہے۔۔

(۲) کوئی شرط عائد کئے بغیر قابلِ قبول ہے۔

(۳) کچھ شروط کے ساتھ قبول کی جائے گی۔

(سوال:۳۷) مبہم راوی وہ ہے جس کا نام:

(جواب) (۱) صرف اسناد میں مبہم ہو۔

(۲) دوسرے راویوں کے مشابہ ہو۔

(۳) سند اور متن دونوں میں مبہم ہو۔۔

(سوال:۳۸) متن حدیث سے کیا مراد ہے؟

(جواب) (۱) وہ کلام جس تک سند کے ذریعے رسائی حاصل ہو۔۔

(۲) رواۃِ حدیث کا سلسلہ۔

(۳) نبی ﷺ کا قول، فعل اور اُن کی تصویب۔

(سوال:۳۹) متواتر حدیث وہ روایت ہے:

(جواب) (۱) جس کو راویوں کا ایسا جم غفیر روایت کرتا ہو، جس کا جھوٹ پر متفق ہونا عقلاً محال ہو۔۔

(۲) جس کے راوی ہر طبقہ میں کم از کم ستر (۷۰) ہوں۔

(۳) جس کے راوی ہر طبقہ میں کم از کم دو ہوں۔

(سوال:۴۰) متواتر حدیث کا حکم کیا ہے؟

(جواب) (۱) علم یقینی پیدا کرتا ہے اور قطعی طور پر اپنے صحیح ہونے کا ثبوت مہیا کرتا ہے۔۔

(۲) رواۃ کے حسبِ حال مقبول یا مردود ہوتی ہے۔

(۳) ناقابل استدلال ہوتی ہے جب تک کہ دوسرے طُرُق سے منقول نہ ہو۔

(سوال:۴۱) محکم حدیث کیا ہے؟

(جواب) (۱) ناسخ حدیث کا دوسرا نام ہے۔

(۲) وہ مقبول حدیث ہے جس کے مقابل اس جیسی کوئی حدیث نہ ہو۔۔

(۳) وہ حدیث ہے جس کے مقتضٰی پر حاکم عمل کرے۔

(سوال:۴۲) مخضرم کون ہوتا ہے؟

(جواب) (۱) وہ راوی جو پہلی صدی ہجری میں زندہ رہا ہو۔

(۲) جو زمانہ جاہلیت میں پیدا ہوا ہو، نبی ﷺ کا زمانہ پا کر اُن سے ملاقات کی ہو۔

(۳) جو زمانہ جاہلیت میں پیدا ہوا ہو اور نبی ﷺ کا زمانہ پا کر بھی اُن سے ملاقات نہ کی ہو۔۔

(سوال:۴۳) مرسل حدیث کیا ہے؟

(جواب) (۱)ایسی روایت جس کی سند کے آخر میں سے تابعی کے بعد کا راوی ساقط ہو۔۔

(۲) جس کی سند میں سے کہیں بھی کوئی ایک راوی گر گیا ہو۔

(۳) جس کی سند کے اوائل میں ایک یا زیادہ راوی گر جائیں۔

(سوال:۴۴) مرفوع حدیث سے کیا مراد ہے؟

(جواب) (۱) وہ حدیث جس کا حکم مرفوع ہو۔

(۲) وہ حدیث جو نبی ﷺ کی طرف منسوب کر کے بیان کی گئی ہو۔۔

(۳) تابعی کا وہ قول جسے وہ نبی ﷺ کی طرف منسوب کرے۔

(سوال:۴۵) مرفوع حدیث کا حکم کیا ہے؟

(جواب) (۱) قابل عمل اور قابل استدلال ہوتی ہے اگرچہ صحیح نہ ہو۔

(۲) صحیح اور مقبول ہونے کی صورت میں قابل عمل اور قابل استدلال ہوتی ہے۔۔

(۳)ہر حال میں نا قابل عمل اور نا قابل استدلال ہوتی ہے۔

(سوال:۴۶) مسند الیہ کے اعتبار سے حدیث کی تقسیم:

(جواب) (۱) صحیح، حسن، ضعیف، موضوع۔

(۲) مرسل، معلق، معضل، منقطع۔

(۳) قدسی، مرفوع، موقوف، مقطوع۔۔

(سوال:۴۷) مشہور حدیث وہ ہے:

(جواب) (۱)جس کے راوی ہر طبقہ میں تین یا تین سے زیادہ ہوں، مگر تواتر کی حد تک نہ پہنچیں۔۔

(۲) جس کے راوی ہر طبقہ میں کم از کم دس(۱۰) ہوں۔

(۳) جو لوگوں کے مابین مشہور ہو اور بکثرت اس کا ذکر کیا جا رہا ہو۔

(سوال:۴۸) معضل حدیث کیا ہے؟

(جواب) (۱) وہ روایت ہے جس کی سند سے دو یا دو سے زیادہ راوی متواتر گرے ہوئے ہوں، خواہ سند میں کہیں سے بھی گرے ہوئے ہوں۔۔

(۲) جس کی سند سے ایک یا ایک سے زیادہ راوی گرے ہوئے ہوں۔

(۳) جس کا معنی مشکل اور نا قابل فہم ہو۔

(سوال:۴۹) معضل حدیث کا حکم کیا ہے؟

(جواب) (۱) بعض معضل روایات صحیح اور بعض ضعیف ہوتی ہیں۔۔

(۲) سب معضل روایات حسن ہوتی ہیں۔

(۳) چونکہ اس کی سند کے بکثرت راوی گرے ہوئے ہوتی ہیں اس لئے ہر معضل روایت ضعیف ہوتی ہے،

(سوال:۵۰) معلق حدیث سے کیا مراد ہے؟

(جواب) (۱) وہ روایت جس کی سند سے کہیں بھی کوئی ایک راوی گرا ہوا ہو۔۔

(۲) وہ روایت ہے جس کی سند کے آخر میں سے ایک یا کئی راوی گرے ہوئے ہوں۔

(۳) وہ روایت ہے جس کی سند کے ابتداء میں سے ایک یا کئی راوی گرے ہوں،

(سوال:۵۱) مقطوع حدیث کیا ہے؟

(جواب) (۱) جس کی سند میں سے ایک سے زیادہ راوی گرے ہوئے ہوں۔

(۲) جس کی سند میں کہیں انقطاع ہو۔

(۳) وہ قول و فعل ہے جس کی نسبت تابعی کی طرف کی جائے۔۔

(سوال:۵۲) منسوخ حدیث وہ ہے:

(جواب) (۱) وہ متقدم حدیث ہے جس کا حکم متأخر حدیث منسوخ کرے۔۔

(۲) وہ متأخر حدیث ہے جس کا حکم متقدم حدیث منسوخ کرے۔

(۳) وہ حدیث جس کے معارض کوئی اور حدیث ہو۔

(سوال:۵۳) موضوع حدیث سے کیا مراد ہے؟

(جواب) (۱) وہ حدیث ہے جو کسی معین موضوع سے متعلق ہو۔

(۲) وہ جھوٹی روایت جس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کی جائے۔

(۳) ضعیف حدیث کی ایک قسم ہے۔

(سوال:۵۴) موضوع روایت کا بیان اور اس پر عمل:

(جواب) (۱) کو بیان کرنا بالکل جائز نہیں الاّیہ کہ اس کا موضوع ہونا بیان کرنا مقصود ہو۔

(۲) کچھ شروط کے ساتھ اسے بیان کرنا جائز ہے۔

(۳) بعض حالات میں اس پر عمل کرنا جائز ہے۔

(سوال:۵۵) موقوف حدیث:

(جواب) (۱) صرف اقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہم پر موقوف ہوتی ہے۔

(۲) صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال، افعال اور ان کی تصویبات پر مشتمل ہوتی ہے۔

(۳) صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے اقوال پر مشتمل ہوتی ہے۔

(سوال:۵۶) ناسخ حدیث کا کیا حکم ہے؟

(جواب) (۱) ایسی روایت واجبِ عمل اور قابلِ احتجاج ہوتی ہے۔

(۲) اس کی روایت مطلقاً جائز نہیں ہوتی۔

(۳) ایسی روایت نا قابلِ استدلال اور نا قابلِ عمل ہوتی ہے۔